

3633
5/5/1A

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا يَهْدِي حَقُّ مَا نُوْا بِرَهْا كَلَنْ كُنْهَ قِيْدَ
لما دلت لاية على ان الدعويا لبرهان ما يجب التوقف كان الحكم على
غير الحق يكون حداثا واخلال في التعسف كما ان عكس اخل في التعسف كان
الربلاء في ما بين البليتين كثر في حاشيا التصوف كانت الرسالة الملقبة به

التشريع بغير اختيار التصوف

مع ترجمتها الموسومة به

تمثيل التصوف في تسميل التشريع

واية عن كلية ما فيها من التحقيق التعريف خالية عن الجائز والتكلف
هذا جز ثالث منها كما انزل عليه باعيدا نشاء الله تعالى عن التأسف الى التوقف
من تصديقنا لفرام التعريف كما شف معضلة التصوف مولانا المولوي الحاج
الحاج الشاه تشريع فعل سئل الله الولي العلي فارجل فاداة اهل لتألف
اهق بطبعها محمد عثمان حفظ الله عن لتألف
في المطبع المعروف جامعة پربيل لواقع في دهل

مسائل السلوك مع رفع الشكوك

یہ کتاب علم تصوف کے جوہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شکاری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کے لئے بے مثل رہنما ہے بہت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کے لئے اقامت حجت ہے اور مجہدین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مسئلہ پر آیات قرآنی سے استدلال دیکھ کر ان کو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و چالبت ہے۔

قیمت تین روپیہ چار آنہ (ہے)

ملنے آیت

محمد عثمان تاجر کتب درسیہ کلاں دہلی

٤٢٥

الشَّطْرُ الثَّالِثُ مِنَ الشَّارِفِ

أكثر أحاديثه من الجامع الصغير للسيوطي رحمه الله تعالى على ترتيب حروف
المجموع وهذه رموزة من المصنف (خ) للبخاري (م) للمسلم (ق) لهما (د)
لابي داود (ت) للترمذي (ن) للنسائي (هـ) لابن ماجه (س) لهؤلاء الأربعة
(س) لهما (لا) ابن ماجه (رحم) لأحمد في مسنده (عم) لابنه عبد الله
في نزائده (ك) للحاكم فإن كان في مستدركه أطلقت ولا بينته (خذ)
لبخاري في الأدب (تخ) له في التاريخ (حب) لابن حبان في صحيحه (طب)
للطبراني في الكبير (طس) له في الأوسط (طص) له في الصغير
(ص) سعيد بن منصور في سننه (ش) لابن أبي شيبة (عب)
لعبد الزراق في الجامع (رع) لابي يعلى في مسنده (رقط) للدارقطني
فإن كان في السنن أصلته ولا بينته (فر) للدلي في مسند الفردوس
(رحل) لابي نعيم في الحلية (هب) للبيهقي في شعب الأيمان (هق)
له في السنن (عد) لابن عدي في الكامل (عق) للعقيلي في الضعفاء
(رخط) للخطيب فإن كان في التاريخ أطلقت ولا بينته (و) والحروف
المرة بها إلى الحديث الصحيح والحسن والضعيف هي (صم) و (ح) و (رض)
وضعت عقب رواية الحديث بين قوسين وقليلها من كنوز الحقائق
بالترتيب المذكور وأصرح فيه بأسماء مخرجيه بغير الرموز وما كان بالرموز

فہو من الجامع الصغير وما كان من الجامع لغیر الرموز و ہونا در کتب فیہ
حرف (رج) فی اول الحدیث و ہذا ہوا لمسلمین بین احادیث الکتابین
واللہ اسأل النعم بالنصا بین۔ امین۔

الحديث - أفذا العلم للنسیان
واضاغته ان تحدث به غیر اہل
(ابن ابی شیبہ)

ف فیہ مسئلتان من الطريق
احدهما التخریض علی مذاکرۃ العلم
النافع ومنہ علم الطريق لا ت
النسیان اکثر ما یكون من عدم
المذاکرۃ والمذاکرۃ لا یكون
الامع اہل اللہ عن تحدیث
غیر اہل فی عین ہذا الحدیث
وكان حاصلہ الامر بالقاء مسائل
الفن علی الطالبین والامر
بالشیء فی عن صندہ فکان نھیاً
عن اخفاء ما عنہم کدین بعض
البحلاء الذین فرجوا بما عنہم من العلم
ویکرمون مشارکۃ غیہم معہم ان
لا یحب من کان محتالاً فخذ الذین
یجملون ویامر من الناس بالجل
ویکتون ما اتاہم من فضلہ والثانیۃ
الہی عن اظہار المسائل الدقیقۃ

حدیث علم کی آفت پھول جاتا ہے
اور علم کی اضاغت یہ ہے کہ اوسکو ایسے
شخص سے بیان کرو جو اوس کی اہل نہ ہو۔
ف۔ اس میں طریق کے دو مسئلے
مذکور ہیں ایک ترغیب دینا ہے علم نافع
کے مذاکرہ پر اور اس علم نافع میں علم
طریق ہی آگئے (اور مذاکرہ کی ترغیب)
اسلئے (ہے) کہ نسیان اکثر عدم مذاکرہ
سے ہوتا ہے اور مذاکرہ اہل ہی کے ساتھ
ہوگا کیونکہ غیر اہل کے سامنے بیان کرنے
سے خود اس حدیث میں نہیں ہے۔ پس اصل
اس کا اس بات کا امر ہوا کہ مسائل فن
طالبین کو بتلاتے ہیں اور کسی بات کا
امر کرنا اوسکی ضد سے نہیں ہوتی ہے
سوطا بین سے اون مسائل کے اخفاء
کرنے کی ممانعت بھی ہوئی جیسے بعض
بخیلوں کا شیوہ ہے جو اپنے معلومات
پر اتراتے ہیں اور اوسکو تاپسند کرتے
ہیں کہ ان علوم میں کوئی دوسرا ان کا
شریک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ایسے

الہادی بابت ماہ رمضان ۱۴۲۸ھ

الغاصصة من الغن عند غيبي الادل
من الاعبياء او المنكرين وهذا كله
عادة المحققين

لوگوں کو پسند نہیں فرماتے جو اترانے
والے فکر کرنے والے ہوں جو خود ہی
بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل

کی فرمائش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اون کو اپنے فضل سے دیا ہے اوکو
چھپاتے ہیں اور دوسرا مسئلہ نا اہلوں کے سامنے جو کہ غبی ہیں یا منکر ہیں فن کے
باریک مسائل کے بیان کرنے سے حماقت ہے اور یہ سب عادت ہے محققین کی +

الحديث - اتلوا القرآن وابلوا
فان لم يتكلموا فبناكوا (ابن ماجه)
هو اصل للتواجد فان البكاء وجد
والتبأكي تواجد والشرط صدق
النية من جلب الرقة والخشوع
دون الرياء والسمعة فانه حرام
فلا يلام على الصادقين من
المتواجدين ولا يذب عن
الكاذبين منهم

حدیث - قرآن پڑھتے ہوئے رویا کرو
(یعنی خدا تعالیٰ کی محبت یا خشیت سے)
اور اگر ردنا نہ آوے تو رونے کی صورت
بناؤ یہ اصل ہے تواجد کی کیونکہ توا
وجد ہے اور رونے کی صورت بنانا
تواجد ہے مگر شرط یہ ہے کہ نیت
صادق ہو یعنی رقت اور خشوع کا پیدا
کرنا نہائش و شہرت کی نیت نہ ہو وہ
تو حرام ہے پس اہل تواجد میں صادق

ہیں اور پیر ملاست نہ کی جاوے گی اور جو ان میں کاذب ہیں اون کی حمایت
نہ کی جاوے گی (اور من تشبه یقوم فہو منہم سے ہی اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ تواجد
تشبہ ہے اہل وجد کیسا تہ اور قوم عام ہے اہل خیر و اہل شر دونوں کو)

الحديث - ابی اللہ ان یرزق
عبد المؤمن الا من حیث لا یحسب
رقرہ عن ابی ہریرۃ (ہب) عن علی
ویشاہد هذا الشان في
الجماعة الصوفية فہو من ابلین

حدیث اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن
بندہ کو ایسی ہی جگہ سے رزق دینا
منظور ہے جہاں اوس کا گمان نہی
ف جماعت صوفیہ میں اس شان کا
صاف مشاہد ہوتا ہے تو یہ بہت صاف

دعا فضائل

۴

بقول فضائل القوم

على كمال إيمانهم عند الله -

کے نزدیک مومن کاں ہیں +

الحديث - ابغض الرجال

الى الله الا للخصم (قحم)

ت ن عن عائشة (حم)

ف ومن شئت اهل الطريق

يعرضون عن خطاب اللجوج في

الكلام كيلا يجر الكلام الى الخصم

نوبت نہ آجائے (اور حدیث کی وعید میں داخل نہ ہو جاویں)

الحديث اتاني جبريل

فقال يا محمد عش ما شئت فانك

ميت واجب من شئت فانك

مفارقه واعمل ما شئت فانك

عجزي به واعلم ان شرف المؤمن

قيامه بالليل وعزه استغناؤه

عن الناس الشيرازي في الالف

لک هب عن سهل بن سعد (هب)

عن جابر (حل) عن علي (حم)

ف المقصود بالجملة الا و

استحضار الموت وبالثانية علم

المشغف بالخلق وبالثالثة

مراقبة الخجزاء مع القيام بالليل استغناء

عن الناس هذا كله كالشعار المقوم كما هو ظاهر

شهادت ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک مومن کاں ہیں +

حدیث - سب سے زیادہ مغفرت اللہ

کے نزدیک وہ ہے جو مہدی جہگڑاؤ

ف - اسی جگہ سے تم اہل طریق کو

دیکھتے ہو کہ وہ ایسے شخص سے خطاب

ہی نہیں کرتے جو گفتگو میں توجیح کرنے

والا ہوتا کہ گفتگو میں جہگڑائے تک کی

حدیث - میرے پاس جبریل آئے

اور کہا کہ اے محمد جتنا چاہو جیتے رہو مگر

مرنے والے ضرور ہو - اور جس سے

چاہو محبت کرو مگر اوس سے جدا ہونے

والے ضرور ہوا اور جو چاہو عمل کرو مگر

اوسکی جزا پانے والے ضرور ہوا اور

معلوم کرو کہ مومن کا شرف (عبادت

کے ساتھ) اوسکی شب بیداری ہے

اور اوسکی عزت اوس کا لوگوں سے متغنی

رہنا ہے (حدیث میں پہلو جملہ مقصود متوکا

یا دیکھنا ہوا و دوسرے جملہ مخلوق کیساتر زیادہ تعلیق

نہ رکھنا ہوا دوسرے جملہ سے جزاء کا خیال کہنا ہوا

اس کیساتر قیام لیل اور لوگوں سے استغناء رکھنا ہی ہے

یہ سب فیہ کا گویا شمار ہے جیسا کہ ظاہر ہے +

الحديث اتق المحام تكن
اعبد الناس ارض بما قسم الله
تكن اغنى الناس احسن الى
جارك تكن مؤمنا واحب للناس
ما تحب لنفسك تكن مسلما
ولا تكثر الضحك فان كثرة
الضحك تميم القلب (رحم
هب) عن ابى هريرة **و** وهذه
من اخص مقامات الطريق -

اور کثرت سے مت ہنسنا کیونکہ کثرت سے ہنسنا قلب کو مردہ کر دیتا ہے **و** یہ اعمال
طریقت کے خاص مقامات سے ہیں -

الحديث اتقوا الدنيا واتقوا
النساء فان ابليس طلاع رصاد
وما هو بشئ من فحوخد با وثق لصيد
في الاغنياء من النساء (فر) عن
معاذ (رض) **و** فيه الامم بالجنب
عن النساء غيب الا زواج والمحام
اشد تجنب ويغلظ فيه اكثر من
نزيا بزي القوم يتساهلون
في امر النساء ويقعون في فتن
داهية من المفسد الظاهر
والباطنة فالحدرا الحدرا تكن

اور ۱۶ البشر

حديث - حرام چیزوں سے بچنا
تو سب آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جاوے گا -
اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں رکھا ہے
وہی اوپر راضی رہ تو سب آدمیوں سے
زیادہ غنی ہو جاوے گا اور اپنے پڑوسی
کے ساتھ سلوک کیا کر تو مومن (کامل)
ہو جائے گا اور دوسرے لوگوں کے
لئے اس چیز کو پسند کر جسکو اپنے لئے
پسند کرتا ہے تو مسلمان (کامل) ہو جائے گا۔

حديث - دنیا سے بچو اور عورتوں
سے بچو کیونکہ ابلیس تاک میں رہتا ہے
گہات میں رہتا ہے اور وہ اپنے مختلف
جالوں سے کسی جال پر تفتیشوں کے
شکار کرنے کے لئے عورتوں کے
جال سے زیادہ بہرہ نہیں رکھتا
و اس حدیث میں بھراپنے محرم
اور شکوہ عورتوں کے دوسری
عورتوں سے بہت سختی کے ساتھ
بچنے کا حکم ہے اور اس باب میں وہ
لوگ کثرت سے غلطی کرتے ہیں جن صوفیہ
کی وضع میں رہتے ہیں کہ عورتوں
کے معاملہ میں بہت ڈھیلا پن برتنے ہیں

بعض اہل تصوف

زیر تعلیم اہل تصوف کی امر مسلم

اور بڑے سخت قتنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ظاہری مفاسد میں ہی (مثل نظر بد و تملذذ بالکلام وغیرہ) اور باطنی مفاسد میں بھی (مثل میلان و ہیجان) پس نہ بچتے رہو نہ بچتے رہو تم سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاؤ گے (مولانا رومیؒ نے جو عورتوں کے جال ہو جانیکا ذکر فرمایا ہے یہ حدیث اوس کا ماخذ ہو سکتی ہے۔
گفت ابلیس لعین دا دار را۔
دام زنتے خواہم این اشکار را

الی ان قتالہ

چونکہ خوبی زمان با او نمود
پس دانگش تک برقص اندر فتاد
چوں بدید آن چشمہائے پر خمار
واں صفائے عارض آن لہران
روحی خال ابرو و لبش عفتیق
قد چوں سرخراں در چمن
چونکہ دید آن غنچ بر بست او سبک
عالی شد و الہ حیران و دنگ

الحديث۔ اتقوا زلة العالم
وانتظروا فينته الحلولاني (حق)

ف معناه عند لا تقتدوا
بالعالم في ذلته وعد و لا
عن الصواب لكن لا تعجلوا في تركه
والاعراض عنه وانتظروا رجوعه
فان رجوعه فموا لمعتد كما كان
وان لم يجمع فائق كوا اطاعة
واهمه هجر جبلا وفيه ادب

کہ ز عقل صہبر مردان میر بود
کہ بدہ ز وتر رسیدم بر مراد
کہ کند عقل و خیر را در خار
کہ بسوزد چوں سپند این دل آن
گوینا خورتافت از پردہ متیق
خند ہمچون یکمین و سترن
چون تجلی حق از پردہ تنک
زاں کرشم و زان دلال نیکشنگ

حدیث۔ عالم کی لغزش سے بچو اور
اوس کے رجوع کرنے کے منتظر رہو۔

ف۔ حدیث کے معنی میرے
نزدیک یہ ہیں کہ عالم سے اگر لغزش ہو
جاوے اور راہ سوا سے وہ عدول
کرنے لگے تو اس باب میں اوس کا
اقتدار مست کرو۔ لیکن اوس سے قطع تعلقی
کر دینے میں بھی جلدی مت کرو بلکہ
اوس کے رجوع کے منتظر رہو اگر وہ

الطالب مع الشیخ اذا وجد منه
شیئ منکر فی الظاہ فان احتمل
التأویل فلا تترك صحبته فان
تحسین الظن اعظم شیئ فی الطریق
خصوصاً بالشیخ و دلیلہ قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی ما رواہ
الترمذی فی کتاب التفسیر
فی قصۃ موسیٰ والخضر یرحم اللہ
موسیٰ لو دنا انہ کان صبوراً
یقص علینا من اخبارہا الحدیث
فانظر کیف تمنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سکوت موسیٰ
علیہ السلام و رجح علی انکارہ
مع روایۃ المتکرات ظاہراً وان
یحتمل التأویل فانظر فان
رجع الی الصواب فاللہ یقبیل
التوبۃ عن عبادہ وان اصر علیہ
فاتزلہ صحبتہ واتخذہ شیخاً غیرہ
لکن لما افادک فی ایام حاجتک
فلا تنسل حسانہ ولا تقو ذہ
ولا تقتبہ و هذا هو الہجر
الجلیل و هذا التفصیل کلہ
فی الصبر معہ ولا نقطع عنہ

رجوع کرے تو وہ بدستور سابق مقتدر
ہے اور اگر رجوع نہ کرے تو اوسکی
اطاعت چھوڑ دو۔ اور شایدہ طریق
پر اوسکے علاقہ قطع کر دو اور اس میں
طالب کا ادب (تعلیم کیا گیا) ہے شیخ
کے ساتھ جب اوس سے کوئی ایسی بات
مبادر ہو جو ظاہراً متکبر ہے سو اگر وہ تاویل
کو محتمل ہو تو اوسکی صحبت ترک مت کرو
کیونکہ نیک گمان رکھنا یہ طریق میں
بہت بڑی چیز ہے خصوصاً شیخ کے
ساتھ دلیل اسکی حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا ترمذی نے
کتاب التفسیر قصہ موسیٰ و خضر میں دیتا
کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
رحمت فرماوے موسیٰ علیہ السلام
پر ہم کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے
کہ وہ صبر نہ کرتے (اور خضر علیہ السلام
پر روک ٹوک نہ کرتے) تاکہ ادن کی
خبریں ہم سے اور بیان کی جاتیں سو
دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کی کیسی تمنا فرمائی کہ موسیٰ
علیہ السلام سکوت فرماتے اور سکوت
کو نکیر پر کیسے ترنخ دی باوجودیکہ

اما لا قتداء معه في المنع
فلا مسامحة فيه اصله سواء امر
به او قلده من غير امر وعدم
الا قتداء هو المراد بالجن الاول
من الحديث والصبر معه مع
الشرائط الخاصة الثابتة
بالكليات الشرعية هو المراد
بالجن الثاني منه

ایسے واقعات بھی دیکھے جو ظاہر امنکر
تھے (یہ تو اوس صورت میں ہے
جب تاویل کا احتمال ہو) اور اگر (دہلوی)
تاویل کو محتمل نہ ہو تو (بہی جلدی مت
کرو بلکہ) منتظر ہو اگر وہ صواب کی
طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ کے
یہاں توبہ قبول ہے اور اگر وہ اوپر
اصرار کرے تو اوسکی صحبت چھوڑ دو

اور کسی اور شیخ کو تجویز کرو۔ لیکن چونکہ اوس نے تم کو تمہاری حاجت کے زمانہ
میں فائدہ پہنچایا ہے تو اوس کے احسان کو مست قبول کرو۔ اور اوسکو ایذا دمت
اور اوسکی غیبت نہ کرو۔ اور یہی ہے شایستہ طریق پر چھوڑ دینا اور یہ سب
تفصیل اسمیں تھی کہ اوس کے ساتھ نباہ کیا جاوے یا اوس سے قطع تعلق
کر لیا جاوے رہا اوس حکم میں اوسکی اقتداء کرنا سوا اسمیں کوئی گنجائش نہیں خواہ
وہ تم کو اوس امر کا حکم دے یا بدو نہ اوس کے حکم کے خود اوسکی تقلید کرنے لگو
(کسی طرح اسکی گنجائش نہیں) اور یہ اقتداء نہ کرنا مراد ہے (حدیث کے)
جزد اول سے (کہ عالم کی لغزش سے بچو) اور اوس کے ساتھ نباہ کرنا
خاص شرائط کے ساتھ جو قواعد شرعیہ سے ثابت ہیں (جیسا اوپر کی تقریر
میں بیان کیا گیا) مراد ہے (حدیث کے) جبر و ثانی سے (کہ اس کے رجوع
کرنے کے منتظر ہو۔

۸

الحديث ۱ ثيبوا اخاكم
ادعوا له بالبركة فان الرجل
۱۲۱۲ كل طعامه وشربه يشربه
ثم دعاه بالبركة فذالوا منهم

حدیث اپنے (محسن) بہائی کو
(احسان کا) بدلہ دیا کرو (اسطرح سو کہ)
اوس کے لئے برکت کی دعا کیا کرو۔
کیونکہ آدمی جب اوس (بہائی) کا

مکاتبات احسان بالبرکات

روہب عن جابر (رح) فیہ
الدعاء الحسن وکانہ کالطبیعة
للقوم یدعون ابلغ دعاء لمن
احسن الیہم وان کان بشئ
قلیل فہم ینظرون الی الحقیقة
التمہ لا الی قدرہا

کہانا کہانے اور اوس کا پانی پئے پھر
اوس کے لئے برکت کی دعا کر دے
تو یہ (دعا کرنا) اوس کا بدلہ ہو جاتا ہے
ان (کہانے پینے والوں) کی طرف سے
ف۔ اس حدیث میں محسن کیلئے
دعا کا حکم ہے اور یہ (امر) صوفیہ

کے لئے مثل طریقے کے ہے جو شخص ان کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے یہ اسکو
یہ بہت بہانہ کے ساتھ دعا کرتے ہیں اگرچہ وہ احسان بہت ہی ادنیٰ چیز کا
ہو سو یہ لوگ نعمت کی حقیقت کو دیکھتے ہیں (اور حقیقت کثیر و قلیل میں مشترک
ہے) اوسکی مقررہ کو نہیں دیکھتے (کہ قلیل ہے)

الحديث اجتنبوا مجالس
العشیرة (ص) عن ابان بن
عثمان مرسل قال العزیزی
فی شرحہ ای الرفقاء المتعاشرون
الذین یکثرون الکلام فی غیل
ذکر اللہ تعالیٰ وما ولاہ لہما
یقع قہما من اللغو واللہو
اضلکما انما حیات قال الشیخ
حدایت ضعیفۃ (ف) لکن
لا یضر فیما تأید باللیل
الصمیم وھذا کذا کما ظہر
وھذا الا جتنا بھو سزل العزلة
المعتادة للقوم فان اکثر المجالس

حدیث۔ یارباشی کی مجلسوں سے
بچو یعنی ایسے رفیقوں سے بچو جیسا ہم
یارانہ رکھتے ہیں اور ایسے کلام کی کثرت
کرتے ہیں جو نہ ذکر اللہ ہے نہ اس کے
متعلق ہے (اور بچنے کا حکم اس لئے
(ہوا) کہ ایسی مجالس میں لغو اور لہو
اور اضاغہ واجبات واقع ہوتا ہے
ف۔ اور ایسی صحبت سے بچنا ہی
راز ہے اوس غزلت کا جو صوفیہ کا
معمول ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر
مجالس ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پس
ان پر یہ اعتراض لادم نہیں تا
کہ یہ تارک سنت ہیں کیونکہ شریعت میں

فی هذا الزمان كذلك فلا
يلزمهم ترك سنة الجماعة
المطلوبة في الشرع
دلائل سے منہی عنہ ہے۔

الحديث (ج) اجر وكرم
على الفتيان اجر وكرم على النار الكار
عن جليل الله بن ابي جعفر مرسل
في العزيزي قال الشيخ حديث
ضعيف قلت ولا يضر
الضعف لتأييده بقوله تعالى
ولا تقف ما ليس لك به علم
وقوله تعالى وان الظن لا يغني
من الحق شيئا ومن شر ترے
القوم يخطون من الفتيان
ويحيلونها على المشتغلين
بها الا ان يضطروا اليها فلا
يلزمهم كتمان العلم

وعيد او سورت کتب دوسرے طریق
الحديث اجملا في طلب الدنيا
فان كلاً ليس لما كتب منها كطب
عن ابي حميد الساعدي قال العزيزي
وهو حديث صحيح وهذا كالأمر
الطبيعي للقوم من عدم شدة إلتحاق

اجتماع مطلوب ہے۔ (اعتراض کا عدم
لزوم ظاہر ہے کیونکہ ایسا اجتماع
مطلوب اور سنون نہیں بلکہ دوسرے

الحديث۔ جو شخص فتویٰ دینے میں
زیادہ جبری ہوگا وہ دوزخ (میں) جائے
پر زیادہ جبری ہوگا۔ فت ایچ
سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے
ہو کہ (اوپر جو علماء بھی ہیں) وہ
(ہی) فتوے دینے سے احتیاط
کرتے ہیں اور اوسکو اولیٰ لوگوں
پر حوالہ کر دیتے ہیں جو اس میں
مشغول ہیں۔ لیکن اگر ضرورت ہی
ہو جائے تو اور بات ہے پس اپنی
یہ اعتراض لازم نہیں آتا کہ یہ احکام
کو چھپاتے ہیں (جیسے بعض یہود
اس کا الزام دینے لگتے ہیں کیونکہ
سے حاجت رفع نہ ہو سکے)

حديث۔ دنیا حاصل کرنے میں
میسری سہی کرو (زیادہ اتنا کہ مت کرو)
ہر شخص کو وہی میسر ہوتا ہے جو اُس
لیے مقدر ہے فت اور یہ طریقہ
صوفیہ کے لیے مثل امر طبعی کے ہے

الحديث
بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

۱۰

وم
الکتاب فی التفسیر

بطلب الدنيا وعدم اجتهاد
التفريق
میں نہیں ڈالتے۔

الحديث اجوع الناس طالب
العلم واشبعهم الذي لا يبتغيه
ابو نعيم في كتاب العلم (فرد)
عن ابن عمر في العزيزي قال
الشيخ حديث ضعيف ولا يضر
لان النصوص متطابقة في الترغيب
على الزيادة في العلم وفيه اصلاح
لمن لا يهتم بالعلوم الضرورية
الدينية ويسلك السلوك للوصل
الى الله تعالى واجمع منه من ينذر
العلم ويعتقد مضر بالطريق
احاديثنا الله تعالى من الجهل والدين
نذمت کرتے ہیں اور اس کو طریق کے
کجی سے محفوظ رکھے۔

الحديث احب الاعمال الى
تعالى بعد الفرائض ادخال السرور
على المسلم (طب) عن ابن عباس
قال العزيزي وهو حديث ضعيف
قلت لكنه معلوم من قولنا الشرع
فلا يضر ضعف الاسناد كيف

کہ تحصیل دنیا میں اہتمام شدید نہیں
کرتے اور اپنے نفس کو مصیبت

حدیث۔ سب میں زیادہ ہوگا
علم (نافع) کا طالب ہے (کہ اس کو
اوس کا نفع اور لذت دیکھ کر اوس سے
کبھی سیری ہی نہیں ہوتی) اور سب
میں زیادہ شکم سیر و مہ ہے جو
اوس کا طالب نہ ہو (یہ رغبتی
میں سیری سے تشبیہ دی گئی)

ف ایسے اوس لوگوں کی اصلاح
ہے جو علم دینی ضروری کا اہتمام نہیں
کرتے اور وصول الی اللہ کی غرض
سے سلوک کا دعویٰ کرتے ہیں اور
اس سے بدتر وہ لوگ ہیں جو علم کی
لئے مضر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ جہل اور

حدیث سب سے زیادہ محبوب عمل
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد فرائض کے
مسلمان پر مسرت کا داخل کرنا ہی
میں کہتا ہوں کہ گویہ حدیث سند
ضعیف ہے مگر قواعد شرع سے
معلوم ہے حدیث صحیح میں حکم ہے کہ

وقل وی فی الصبح قولہ صلی اللہ
علیہ لیسرا ولا تنفرا وکون السمر
لا زما للبشاعة ظاہر هذا الخای
کانہ من طبیعة القوم

الحديث اجوا الفقراء
وجالسوهم واجبا العرب من قلبك
وليد لك عن الناس ما تعلم من
نفسك لك عن ابی هريرة رضي الله عنه
ليس المراد بالفقراء من لا مال
لهم بل من لهم مسكنة وتقال
ونزكانوا اولی شرة ووردة

حديث اخبرنا من الجامع الصغير
ان عبد الله بن رافع بن سراج التميمي
وسمى بيه الاخذة (رض) عن
ابن محبوب عن احمد بن حنبل
عن علي بن المختار عن الجالس له والاتباع
والحجب من كان مع الامام
والتواضع وهذا الجمع لا يكون
الا في عالم صوفي والحق والثاني
من الحديث يدل على معلومية
حب اهل ديار الشيع والناث
علي ان الامتثال يا صديق
النفوس رادع من الاعتقاد

سور

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحيم

بشارت دیا کرو۔ اور بشارت کے
لیے مسرت لازم ہے اور یہ عادت
حضرات صوفیہ میں مثل امر طبعی
کے ہے +

حدیث۔ فقرار سے محبت کرو اور
اون کے پاس بیٹھا کرو۔ اور عرب کے
ساتھ دل سے محبت رکھو اور اپنے
نفس میں تمہکو جو عیوب معلوم ہیں
اون میں نگار ہنا دو دوسرے لوگوں
کے پیچھے چلنے سے تمہکو مانع ہونا
چاہیے (یعنی اپنی اصلاح میں مشغول
رہو دوسروں کی عیب جوئی اور عیب
گوئی میں مت لگو) میں کہتا ہوں
کہ فقرار سے مراد مفلس لوگ نہیں
بلکہ وہ ہیں جن میں مسکینی اور
پستی کی صفت ہو اگرچہ وہ اہل
ثروت ہوں اور جامع صغیر کی
ایک دوسری حدیث میں ہے
کہ علماء کے ساتھ ساتھ ہو (یعنی
بجائست یراہی اور مطاوعت
میں ہی) کیونکہ وہ دنیا کے ہی
پرست ہیں اور آخرت کے ہی چراغ
میں پس دولوں اور ثنوں کا مجموعہ

على الناس وهو المراد بالرد عن
الناس لا اصلاح الناس لا سيما
من ليستصلح لكونه مامورا به فكيف
ينبغي عنه نعم له شرائط وموانع
مضبوطة في عملها

اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ مجاہد
اور اتباع اور محبت کے لیے وہ شخص
منتخب ہے جو علم اور تواضع کا جامع
ہو اور یہ جامعیت عالم صوفی ہی میں
ہوتی ہے اور حدیث کا دوسرا جزو سپر

وال ہے کہ اپنے شیخ کے اہل وطن سے محبت رکھنا ہی مطلوب ہے۔ اور تیسرا جزو
اسپر وال ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہنا دوسروں پر اعتراض
کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ اور یہی مراد ہے لوگوں سے مانع ہونے سے۔ اور
دوسروں کی اصلاح کرنا مراد نہیں خصوصاً جو خود اصلاح چاہے کیونکہ اصلاح
تو مامور بہ ہے تو اس سے کیسے مانع ہوگی البتہ اس اصلاح کے کچھ شرائط
و موانع ہیں جو اپنے مقام میں مضبوط ہیں

الحديث احذروا الشهوة
الخفية العالم يحب ان يجلس
ر (فر) عن ابی هريرة (رض) ف
فيه ذم للنصر لا يستجيب الناس
اليه بلطف الرفق وحسن القول
محبة الاستماع فان ذلك من
غوائل النفس لا مارة وفي الجمل
سلامة فاذا بلغ الكتاب اجله
وخلعت عليه خلعة الابدشاد
اقبل الناس اليه قهر لعظم هذا
حاصل في العزیزی ملخصاً
وهو محل قول الرمهي ۵

۱۳۷ حدیث - شهوة خفیہ سے بچو (اوی) سکی
ایک صورت یہ ہی ہے کہ عالم اس
بات کو پسند کرے کہ اس کے پاس
لوگ بیٹھا کریں **ف** اس میں سکی
مذمت ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف
کشش کرنے کی کوشش نہیجاوے
اس طرح سے کہ ادن کے ساتھ لطف
و نرمی اور شیریں کلامی کا برتاؤ اس
غرض سے ہو کہ لوگ اس کے تابع
ہو جائیں کیونکہ یہ نفس امارہ کے
امراض میں سے ہے اور گنہگار میں
سلامتی ہے پھر جب نوشتہ قلمتہ یرکا

<p>وقت آئیگا اور اوپر خلعت ارشاد پہنایا جائیگا۔ لوگ خود بخود اس طرح</p>	<p>منصب تعلیم نوعی شہوتیست ہر خیال شہوتی در رہہتیست</p>
<p>متوجہ ہوں گے کہ وہ اسپر (اس باب میں) زبردستی کریں گے (یعنی یہ نہ چاہیگا اور لوگ لپٹیں گے اور یہی (شہوتہ خفیہ مذکورہ) محل ہے مولانا رومی کے ارشاد کا</p>	<p>منصب تعلیم نوعی شہوتےست</p>
<p>ہر خیال شہوتے در رہہتیست (یعنی تعلیم سے مراد وہ ہے جس سے مقصود اپنے لئے منصب حاصل کرنا ہو)</p>	<p>منصب تعلیم نوعی شہوتےست</p>
<p>حدیث۔ دو شہرتوں سے بچو ایک صوف سے دوسرے خزنے</p>	<p>الحديث احذر المشهرتين الصوف والخن</p>
<p>ف اس میں مذمت ہے جب شہرت کی اور شہرت کے لئے خاص</p>	<p>ابوعبدالرحمن السلمي في سنن الصوفية (فر عن عاكشه (رض)</p>
<p>بہاس اختیار کرنے کی خواہ اظہار ترک زینت کے لئے ہو (جیسے</p>	<p>فيه ذم حبل المشهرة واتخاذ الباس لها سواء كان في طرف</p>
<p>ریا کا رصوفی درویشی کے اظہار کے یئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریا کار امرا</p>	<p>الخن او في طرف الخشن -</p>
<p>امیرانہ لباس خالص ریشم یا مخلوط بہ ابریشم کہ خز کی دونوں تفسیریں ہیں اظہار شان کے یئے پہنتے ہیں غرض قصد آنہ امیری ظاہر کرے نہ فقیری)</p>	<p>یئے پہنتے ہیں) خواہ اظہار حسن (وزینت) کے لئے ہو (جیسے ریا کار امرا</p>
<p>حدیث۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مجاورت و ملا بست کا حق اچھی طرح</p>	<p>الحديث احسنوا جوار نعم الله لا تنفروها فقلما زالت</p>
<p>ادا کرو (اور) اذکو اپنے سے ہنگام مت (یعنی گناہ کر کے یا بقدری</p>	<p>عن قوم فعادت اليهم رج سلا عن انس (هـ) عن عاكشه</p>
<p>کر کے۔ کیونکہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی قوم کے</p>	<p>(رض) في الحاشية لل خفي احسان جوارها استعجالها</p>
<p>پاس سے محصیت یا کفران کے سبب)</p>	<p>في خلقت له ولا تنفروها</p>

ای تزیلوا وابتعدوا عنہا بفعل
المعاصی ۱۴۰ ف ومن ثم
تروی القوم لیستعظمن کل
نعمۃ وان کانت ہینۃ عند
الناس حیث یتعجب الناس
یاستعظماہم

جاتی رہی ہوں اور پیراؤں کے
پاس واپس آئی ہوں ۱۴۰ ف
سے تم حضرات صوفیہ کو دیکھتے ہو
کہ وہ اون نعمتوں کی بھی بڑی قدر
کرتے ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں
اور اتنی قدر کرتے ہیں کہ لوگ اوس

تعجب کرتے ہیں (چنانچہ اگر اوں کے پاس ایک پیسہ بھی آتا ہے بہت
بشاشت سے اوس کو لیتے ہیں اگرچہ اوس سے دل کو لگاؤ نہیں ہوتا)

الحديث احب للناس
ما تحب لنفسك تكن مسلماً
۱۴۱ کاملاً (البیہقی) ۱۴۰

حدیث۔ اور لوگوں کے لیے
وہی بات پسند کر جو اپنے نفس کے
لیے پسند کرتا ہے (ایسا کرنا
سے تو (کامل) مسلمان ہو
جائے گا۔ ۱۵

فیہ الدلالة علی کون الصوفیۃ
مسلمین کاملین لسبقہم فی
ہذا الوصف علی من عدلہم
ہے حضرات صوفیہ کے کامل مسلمان ہونے پر کیونکہ وہ اس وصف میں
دوسرے لوگوں پر سبقت رکھتے ہیں۔

الحديث اجوا المساکین
وجالسوہم للذیلی فی مسند
الفر دوس ۱۴۰ و ہذا الحب
والجھالۃ کا لطیعة للقوم

حدیث مساکین سے محبت
رکھو اور اوں کے پاس بیٹھا کرو۔
۱۴۰ ف مساکین سے محبت رکھنا
اور (اونکی خاطر کرنا) اور اوں کے
پاس بیٹھنا (اور اوں کے قریب سے مار و نفرت نہ کرنا جیسا متکبرین کرتے
ہیں) یہ حضرات صوفیہ کے لیے مثل امور طبعیہ کے ہے۔

الحديث اخرو الاحمال

حدیث (جانور پر) سبب ذرا

فان الایدی مغلقة والارجل
موثقة (د) فی مراسیلہ عن الزہری
ووصلہ البزار (ع طس) عن
سعيد بن المسيب عن ابیہ عن
نحوہ (ح) قال العزیزی سببہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رای جملاً حملہ مقدّم علی یدہ
فذكرہ والقصد الفرق بالذات
ما امکن **ف** فیہ فصل
القوم حیث یلاعن هذه
الرفائق لكل احد حتی
فی الدواب

معنا الراۃ کلّی الدواب
۱۶

پہچے بٹا کر رکھو کیونکہ (بہت آگے
بڑھا کر رکھنے سے) اوس کے ہاتھ
(بوجھ پڑنے سے) گویا بندہ جاتے
ہیں اور (بہت پیچھے ہی مت رکھو
(اس سے) گویا پاؤں بندہ جاتے ہیں
سبب اس ارشاد کا یہ تھا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دیکھا
جس کا بوجھ اوس کے ہاتھوں کی
طرف بڑھا ہوا رکھا تھا اس لئے
آپ نے یہ ذکر فرمایا اور مقصود آپ کا
جانور کے ساتھ نرمی کرنا ہے جہاں تک
ممکن ہو **ف** اس میں صوفیہ کی
فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرات ایسے دقائق کی ہر ایک کے لئے
رعایت کرتے ہیں حتیٰ کہ جانوروں کے بے بھی (جس کا سبب ترجمہ دانست
کا کمال ہے)

الحدیث اخلص دینک
یکفل القلیل من العمل
ابن ابی الدینا فی الاخلاص
(ل) عن معاذ ص **ف** ومن
تحتوی القوم یکون اہتمامہم
بالاخلاص اکثر من اہتمامہم
بأکثار الاعمال حتی ان بعضهم
یحسد الناس قلیل الاعمال

کون القلة فی الاعمال اظاہرہ غیر معتر

حدیث اپنے دین میں اخلاص
پیدا کر پھر تجھ کو عمل (ظاہری) میں
سے قلیل ہی کافی ہو گا **ف** اسی
مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو۔ کہ
اخلاص کے لئے اون کا اہتمام
تکثیر اعمال کے اہتمام سے زیادہ
ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض کو نسبت عام
لوگوں کا خیال ہوتا ہو کہ انکی اعمال قلیل تھے

ولا يدون ان عمله الباطن الذي هو اكمل وافضل من الاعمال الظاهرة الزائدة بهذا الحديث ليس بقليل۔

الحديث۔ اخزن لسانك الا من خيل للطيراني ومن يشي تری السكوت غالباً على التكلم في اكثر القوم لان الخبي من الكلام قليل ومن دفع لغلبة الخبي في كلامه لا يبالى من اكثاره وهو مامل في عين الاكثر بهذا الحديث

اور وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اس شخص کا عمل باطنی قلیل نہیں جو کہ اس حدیث کی رو سے اعمال ظاہر و زائد سے افضل و اکمل ہے۔

حدیث۔ اپنی زبان کو محفوظ رکھ مگر کلام خیر سے۔ **ف** اور اسی لیے اکثر صوفیہ میں سکوت کو کلمہ پر غالب دیکھتے ہیں کیونکہ کلام خیر قلیل ہی ہوتا ہے باقی جسکو اسکی توفیق عطا ہو جائے کہ اس کے کلام میں خیر غالب رہتی ہو وہ بیشتر فی الکلام سے بھی پاک نہیں رکھتا اور ایسا شخص عین کثرت کلام

کی حالت میں بھی اس حدیث پر عامل ہے (جیسا ظاہر ہے)

الحديث اذما افتقر الله تعالى عليك تكن من اعب الناس واجتنب ما حرم الله عليك تكن من اورع الناس وارض بما قسمه الله لك تكن من اغنى الناس رعد عن ابن مسعود (رض) **ف** هو من اجمع خصال المحقق الصوفية فانهم يعكفون بالفراسة اشد اعتناء ومن عداهم اعتناءهم بالنوفل اشد من

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے جس (عبادت) کو تجھ پر فرض کیا ہے اسکو (اچھی طرح) ادا کر تو تمام آدمیوں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کیا ہے اس سے پرہیز کر تو سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جتنا تیرے حصہ مقرر فرمایا ہے تو اس پر راضی رہ تو سب آدمیوں سے زیادہ غنی ہو جائے گا **ف** یہ حدیث محققین صوفیہ کی

فضل سکون الالباب

۱۴

تجملات الصوفیہ

الفرأرض لها فيه من الشهرة
عند الناس عما من لهم من الفرائض
ليستوا فيها ألعوام والحق اص
وكن لك يعتنون بالكف عن
المعاصي أكثر من اكتساب
الفضائل ومن سواهم يكون
اشتغالهم بالفضائل أكثر
لذلك السريجين من الشهرة
بين الناس لأن الفضائل لها
صورة مشاهدة بخلاف ترك المعاصي
لكن هذه التروك عدمية وكذلك
ذكر فيه أساس غناهم من
الرضى بقسم الله تعالى
لا اذراء هم بنعم الله تعالى
كتاب المتكبرين۔

۱۸

خصال کی جامع ترین ہے کیونکہ وہ
حضرات الفرائض کا سبب اہتمام
کرتے ہیں اور دوسرے (غیر محقق)
لوگوں کا اہتمام تو اقل میں فرائض
سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں
عوام میں زیادہ شہرت ہوتی ہے
اس خیال سے کہ فرائض میں تو عوام
و خواص سب برابر ہوتے ہیں (تو عوام)
کا عوام سے کیا امتیاز ہوا) اسی طرح
محققین معاشی سے بچنے کا اہتمام
کب فضائل سے زیادہ کرتے ہیں
اور دوسرے لوگوں کا اہتمام فضائل
میں زیادہ ہوتا ہے جس کا وہی راز
ہے کہ لوگوں میں اس سے زیادہ
شہرت ہوتی ہے کیونکہ فضائل کی

ایک صورت ہے جو مشاہدہ میں آتی ہے بخلاف ترک معاشی کے کہ اس کی کوئی
صورت نہیں کیونکہ اون کے ترک عاری ہے (جیسے غیبت نہ کرنا بدگماہ نہ کرنا
برا خیال نہ لانا کہ سالہا سال ہی دوسرے کو ان کا پتہ نہیں لگتا بخلاف تسبیح و تہلیل
و نوافل کے کہ اون کا سب مشاہدہ کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث میں محققین
کی غنا کی بنا بیان کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنا کہ اللہ تعالیٰ
کی نعمتوں کا حقیر سمجھنا جیسے متکبرین کی عادت ہے کہ اون کی غنا کی بنا حقیر
نعم حق ہے جو کہ کفران ہے اسی لئے یہ لوگ بڑی چیز سے ایسی سخنی نہیں
ہوتے جیسے چھوٹی چیز سے استغناء ظاہر کرتے ہیں بخلاف عارفین محققین

کے کہ وہ جیسے بڑی چیز کی قدر کرتے ہیں ویسی چھوٹی چیز کی مگر طمع نہ اس کی کرتے ہیں نہ اس کی)

الحديث ادوا العزائم
اقبلوا الرخص دعوا الناس
فقد كفيتهم (خط عن
ابن عمر (رض) فيه ارشاد
الى اخلاق وهى اداء حقوق
الناس على نفسه بكملا واغضاء
النظر عن حقوق نفسه على الناس
وترك التعرض لهم ما لم يضطر
فهو من الاخلاق مباني الواحة
الظاهرة والباطنة وهذه
الاخلاق كانها جيلة فى الصوفية

حديث - دوسروں کے کامل
حقوق ادا کرو اور اپنے حقوق میں
کسر ہی درجہ بھی قبول کرو اور لوگوں
سے تعرض چھوڑ دو ان خصال کی
بدولت اون لوگوں سے کفایت
کر بیٹے جاؤ گے (یعنی تم کو کوئی شتر
ہی بچاؤے گا)

فت - ہمیں اخلاق کا مغز بتلادیا
گیا ہے۔ یعنی لوگوں کے جو حقوق
اپنے ذمہ ہیں اون کو کامل طور پر
ادا کرے اور اپنے جو حقوق دوسروں

کے ذمہ ہیں۔ اون میں چشم پوشی کرے اور لوگوں (کے اقوال و افعال سمجھتا)
سے کوئی تعرض نہ کرے جب تک (جس یا شرعاً) ضرورت شدید نہ ہو۔ سو یہ
اخلاق بنا رہیں راحت ظاہری و باطنی کی اور یہ اخلاق صوفیہ میں مثل امور
جلی کے ہیں (اس سے فضیلت اس جماعت کی ثابت ہوتی ہے)

حديث - جب اللہ تعالیٰ انجکومال
عطا فرماوے تو تجھ پر وہ مال نظر ہی
نہا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسکو
پسند فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے دیے ہوئے مال کا اچھا اثر
اپنے بندہ پر دیکھیں (اور بادخود و جنت)

المحلیث - اذا نالک الله
مالاً فلیر علیک فان الله
یحبان یری اثره علی عبده
حسناً ولا یحب البقوس ولا
التبأؤس (تم طب و الضیاء
عن زهیر بن ابی علقمة رحمہ)

فی الضریقی قوله التوسل بالحسن
فی الملبس قوله التیاوسل وای اظہار
التحرن للناس ام و فیہ
تعلیم للینه فی حسن الملبس
ونھی للقاء علیہ ان یلبس
ما یوہم الفقر والفاقة وهو
مقید بالدلائل بازتقاء الموانع
من التیہ والبطر بالملبس
ومن یخاف علیہ هن اتوا
بالبد اذہ ویصار فیہ الی حکم
القلب السلیم کقولہ الکاملین
وهو معنی قول الحفنی ومحلہ
ان لم تکن تحت یشیخ مرب
لک لاجل ان یطهرک فالاولی
لک حینئذ لبس الحشن فاذا
طهر قلبک فالاولی لک لبس
الشیاب الحسنۃ ام وقد
یرحم لبس الحشن للتواضع
وعادات القوم فیہ مختلفہ
فمنہم من یلبس الحسن اظہاراً
للنعمۃ ومنہم من یلبس الحشن
اختیاراً للتواضع والکل ماجور
بنیۃ ومتبع لسلۃ نبیہ

مفسلۃ صورت کو اور (لوگوں کے
سامنے) مفسلۃ صورت بنانیکو
پسند نہیں کرتے۔
ف اس میں تعلیم ہے کہ خوش
لباسی میں کیا نیت رکھے (یعنی اطمینان
نعمت نہ کہ اتنا اور دوسروں کو
حقیر سمجھنا) اور اس میں ایسے شخص کو
جو کہ خوش لباسی پر قادر ہو اسکی نعمت
ہے کہ ایسا لباس پہنے جس سے
شبہ ہو کہ یہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو
اور اس حکم میں دو کمر دلائل سے
یہ قید ہے کہ (خوش لباسی کے دوسرے)
موانع ہی مرتفع ہوں مثلاً لباس
پتھر نیسٹھ ٹروڈ کرنا اور جس شخص پر
اس کا احتمال ہو اسکو غیر مرتب
لباس پہننے کا حکم دیا جائے گا اور
اس (کے فیصلہ) میں قلب سلیم کی
طرف رجوع کیا جاوے گا (یعنی
اُس سے شہادت لیں گے) جیسے
کاملین کے قلوب ہوتے ہیں
اور یہی معنی ہیں علامہ حفنی کے قول
کے (اس حدیث کے متعلق) کہ اس
مضمون کا موقع اسوقت ہی ہے کسی

فلا تقم فی احدی بالطنع الا اعتراض | ایسے شیخ کو ماتحت نہ ہو تو تیرے ترک کیسے تیرے جی پتا
 کرتا ہو۔ (یعنی تو تربیت سے مستغنی ہو گیا ہو۔ اور خود طلب علم عطا ہو گیا ہو) کیونکہ ایسی
 ذلت میں (یعنی جب تو شیخ سے مستغنی نہ ہو اس پر) تیرے لئے اولیٰ یہ ہے
 کہ موٹے چھوٹے کپڑے پہنے (تاکہ نفس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو جاوے)
 پھر جب تیرا قلب (ان روزاں سے پاک ہو جاوے تو تیرے لئے اولیٰ یہ ہے
 کہ اچھا لباس پہنے اور کبھی موٹے کپڑے پہننے کو تواضع کی وجہ سے ترجیح
 ہو جاتی ہے) اور اسکی فضیلت دوسری حدیث میں آئی ہے) اور اس
 باب میں اہل طریق کی عادت مختلف ہے بعضے اچھا لباس پہنتے ہیں
 اظہار نعمت کی وجہ سے بعضے موٹے چھوٹے کپڑے پہنتے ہیں تواضع
 اختیار کرنے کے لئے۔ اور ہر ایک کو اسکی نیت پر اجرت ملتا ہے اور
 سب سنت نبویہ کے متبع ہیں (جیسا اوپر گزرا کہ دونوں میں حدیث وارد
 ہے) پس تو کسی پڑھنے و اعتراض مت کرنا۔

۳۱

حدیث جب مجھ پر کوئی ایسا دن
 آئے جس میں ایسے علم میں ترقی نہ کروں
 جو مجھ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرے
 تو اُس دن کے طلوع شمس میں مجھ کو
 برکت نصیب نہ ہو۔ **و** یہ حدیث
 دو امر پر دلالت کرتی ہے ایک
 ترقی علم چہرے کے واجب ہونے
 پر کیونکہ وعید جو بے برکتی کی دعا سے
 مفہوم ہو رہی ہے ترک واجب ہی
 پر ہو سکتی ہے اور اسی مقام سے
 تم اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ منہ ہی

الحديث - اذا اتى على يوم
 لا ازيد فيه علما يقربني الى الله
 تعالى فلا بورك لي في طلوع
 شمس ذلك اليوم (طس حد حل)
 عن عائشة (رض) **و** دل علی
 امرین احدهما وجوب الحرص
 علی زیادة العلم فان الوعد
 المفهوم من الدعاء بالشوم
 لا یكون الا علی ترك الواجب
 ومن ثم تروی اهل الطریق
 لا یفارقون شیوخهم وان كانوا

منتهین فی الطریق حرصاً علی
زیادة المعارف والثانی
تعیین العلم المطلوب ہو
ما یزید فی القرب الی اللہ
تعالیٰ وما عداہ ان کان خادماً
فہو ملحق بہ وان لم یکن خادماً
فہو لیس بعلم۔

فی الطریق ہو کر ہی اپنے شیوخ سے
(بلا ضرورت) جدا نہیں ہوتے بوجہ
حرص زیادت علوم و معارف کے
ووسکے علم مطلوب کی تعین پر دلالت
کرتی ہے اور وہ علم مطلوب وہ
علم ہے جس سے قرب حق میں ترقی
ہو اور اس کے ماسوا دوسرے

علوم اگر علم مطلوب کے خادم ہوں تو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور اگر خادماً
نہ ہوں تو وہ علم نہیں۔

الحديث اذا اتاكم كريم
قوم فأكرموه (۵) عن ابن عمر
البنار و ابن خزيمة رطب
عدهب عن جرير البزار عن
ابی هريرة (عد) عن معاذ
وابی قتادة (ك) عن جابر
رطب عن ابن عباس عن
عبد الله بن عمر بن عساكر
عن انس وعن عدي بن
حاتم الدؤلابی فی الكنى
وابن عساكر عن ابی راشد
عبد الرحمن بن عبد بلفظ
شريف قومہ (صم) وفي
رواية اذا اتاكم انزلوا فأكرموه

حدیث۔ جب تمہارے پاس
کسی قوم کا محسن و شخص آوے
تو اس کی عزت کرو۔ اور ایک
روایت میں شریف کا
لفظ آیا ہے۔

ف۔ اور ایسے لوگوں کا اکرام
صوفیہ کی عادات میں سے
ہے بدون منسرق کے ایک
آنے والے میں اور دوسرے
سننے والے میں اور ظاہر طلاق
الفاظ حدیث کا یہی ہے
اور اسی اطلاق کو حنفی نے لیا
ہے کہ کریم کی تفسیر کی ہے
یعنی کسی قوم کا شریف ہو

رو عن السنن فی الغزیری قال الشیخ
حدیث حسن و هو من عادات الغز
من غیر فرق بین ات و ات ہو ظا ہر
الاطلاق و بلا طلاق اخذ الحنفی
فی تفسیر الکرم ای شرفہم لو کان فاسقا
لانہ ان لم یکم حصل لہ فقد فی طلبکم
لرفع الضرر ولو کافر حیث یخلف الضرر
من عدم اکرامہ ام وکن لک اذا قصد
الحال اکرام مطلق الزائر۔

الحلیث - اذا احل الله
عبدا ابتلاہ لیسع تضرعہ
رہب فر) عن ابی ہریرہ (رہب
عن ابن مسعود و کرد و سن موقوفاً
علیہما فی الغزیری و هو حدیث
حسن لغیرہ۔ **ف** و من فہم
ہذہ الحکمۃ۔ لیس یخط القضا
و اشتغل بالدرعاء کا المحبوب
ذی التقریط شکوہ کا مغلوب
ذی الافراط لا یدعو۔

کیونکہ اگر اس کا اکرام
نہ کیا جاوے گا تو اسکو کینہ ہو
جاوے گا۔ پس اس کا اکرام
دفع ضرر کے لئے مطلوب
ہے اگرچہ وہ کافر ہو جہاں اس کا
اکرام نہ کرنے سے ضرر کا خوف
ہوا ہے اور اسطرح اگر مطلق
آنے والے کا اکرام کرنا مصلحت
وقت ہو۔

حدیث جب اللہ تعالیٰ کسی
بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکو
(کسی مصیبت میں) مبتلا فرماتا ہے
تاکہ اس کے مال و زاری کو سنے
ف۔ اور جو شخص یہ حکمت سمجھ گیا
وہ حکم قضا سے ناراض ہی نہ ہوگا اور
دعا میں مشغول ہی ہوگا نہ اسکی حالت
محجوب کی طرح تغریط کی ہوگی کہ شکایت
کرے اور نہ مغلوب الحال کی طرح
افراط کی ہوگی کہ دعا ہی نہ کرے (یعنی

ابتلا کہ بوقت عوام محجوبین کی عادات بجا کے رضایا القضا کے شکایت کی ہو
اور تغریط اور کوتاہی ہے حکم مطلوب میں اور خواص مغلوبین کی عادت
یہ ہے کہ وہ دعا کی ہی خلاف تغریط سمجھتے ہیں اور یہ افراط اور غلو ہے گو وہ
اس میں غلبہ حال کے سبب معذور ہیں مگر تحقیق سے ضرور دو میں تحقیق یہ ہے

کہ دعا اور تقویٰ میں کچھ تفریق نہیں کیونکہ محقق عین عالمی حالت میں اسپر ہی عازم ہے کہ اگر یہ حاجت پوری نہ ہوئی میں اسپر بھی راضی رہوں گا تو دعا اور رضا دونوں جمع ہو گئے اور یہ غرم رضا بعدم الابلح غرم بالمسئۃ والالحاح کے جو کہ حدیث لیغرم المسئۃ و حدیث ان المسکب الملکین فی الدعا میں مامور بہ و مطلوب ہے نیز متنافی نہیں ایک غرم حال پر ہے اور ایک غرم احتمال مال پر ہے اور دونوں میں تصادم و تراحم نہ ہونا ظاہر ہے خوب سمجھ لو

الحديث - ۱۱۵۱ حبیب اللہ عبد اللہ
قذف جبہ فی قلوب الملائکۃ
واذا بغض عبداً قذف بغضہ
فی قلوب الملائکۃ لتبغضہ
فی قلوب الادیبین (مسئل علی بن ابی طالب)
(ض) فہذہ اعظم علامۃ
المحبوبۃ والمبغضۃ عند اللہ
تعالیٰ ویکون شان هذا الحب
والبغض عند الادیبین
کشافہما عند الملائکۃ بغير توقع
نفع او خوف ضرر ولا یعتد بما
یکون لاجل نفع او ضرر

حدیث - جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے اسکی محبت فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے اور جب کسی بندہ سے بغض فرماتا ہے تو اسکا بغض فرشتوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ بہرہی محبت یا بغض آدمیوں کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔ **ف** یہ بڑی علامت ہے عند اللہ محبوب یا مبغوض ہونے کی اور اسی محبت اور بغض کی جو آدمیوں کے قلب میں ہوتی ہے شان ایسی ہوتی ہے جیسے فرشتوں کے

قلوب میں ہوتی ہے یعنی بدون توقع کسی نفع اور بدون خوف کسی ضرر کے (ایسی محبت یا بغض علامت ہے حب و بغض عند اللہ کی) اور جو محبت کسی نفع یا ضرر کے سبب ہو اس کا اعتبار نہیں (وہ اسکی علامت نہیں)

الحديث - ۱۱۵۱ دخل اللہ
الموحدین النار اما تھم فیھا

حدیث - جب اللہ تعالیٰ
موصدین کو آتش دوزخ میں داخل کرے گا

۲۴
بعض حالات المحبوبۃ والمبغضۃ عند اللہ تعالیٰ

۱ مَاتَةً فَإِذَا ارَادَ أَنْ يَخْرُجَهُمْ
مِنْهَا أَمْسَمَ الْمَ عَذَابُ تِلْكَ
السَّاعَةِ (فر) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
(ح) **ف** هَذَا مِنْ أَعْظَمِ
الْمُبَشِّرَاتِ لِلْمُؤْمِنِينَ الْمُقَوِّمَةِ
لِلرَّجَاءِ لَهُمْ وَمِنْ ثَمَرِ تَرْغِي
الْقَوْمِ لَا يَحْقِرُونَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ
الْإِيمَانِ وَلَوْ كَانَ مُسْتَوْجِبًا
لِلنَّارِ لَأَنَّ نَارَهُمْ لَيْسَتْ
كِنَارِ أَهْلِ الْكُفْرِ كَمَا يَشْهَدُ بِهِ
الْحَدِيثُ نَصًّا أَنَّهُمْ يَكُونُونَ
مَرْحُومِينَ فِي عَيْنِ الْعَذَابِ
فَيَسْتَحْيُونَ مِنْ تَحْقِيقِ الْمَرْحُومِينَ
الْمَرْضِيِّينَ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى
وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ الْخَصْرِ
فِي هَذَا الْكِتَابِ فِي كَلِمَةٍ
أَمَّا وَلَفْظُهُ أَمَّا أَهْلُ
النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا
يَأْتِيهِمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ
وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمْ النَّارُ
سَدَنُوبِهِمْ فَأَمَّا تَتَمُّ (أَيُّ النَّارِ)
أَوْ أَمَّا تَتَمُّ (أَيُّ اللَّهِ) أَمَّا تَتَمُّ
حَتَّى إِذَا كَانُوا فِيهَا أَذْنٌ بِالشَّغْلَةِ

۱ اُن کو اس میں موت دے دیں
گے پھر جب اُس سے نکالنے
کا ارادہ کریں گے اُس وقت
اُن کو عذاب کی تکلیف پہنچا
دیں گے **ف** یہ حدیث
مومنین کے لئے بڑی
بشارت ہے جو اُن کے
لئے رجا رکھتے دیتی ہے
اور اس وجہ سے تم صوفیہ
کو دیکھتے ہو کہ اہل ایمان
میں سے کسی کو حقیر نہیں
سمجھتے اگرچہ وہ دگنا ہوں گے
سبب مستحق نار ہی کا ہو
کیونکہ اُن کی نار اہل کفر کی
سی نار نہ ہوگی جبکہ یہ
حدیث تصریحاً اس
شاہد ہے کہ مومنین
عین عذاب کی حالت
میں ہی مرحوم ہوں گے
تو یہ مضمرات
ایسے لوگوں کی تحقیق
سے شرماتے ہیں
جو مرحوم ہوں۔ اور اعلیٰ تعالیٰ

الحديث (حممہ عن ابی سعید)
وفي الحاشية المحقق فان
قيل ما فائدة مكنهم
في جهنم مع عدم العذاب في
مدة الإقامة اجيب بان
فيه حبسهم عن التمتع في الجنة
في هذه المدة (م)

الحديث اذا اراد الله
بعبد خيرا عاقبه الله فمناحه
رضي عن انس رضي
على كون بعض الشر من الرقيا
خيرا للعبد حيث يستدل
بها على صدق معصية منه
فيترك فتكون خيرا له
ومن ثم ترى العارفين
يرون كل واقعة غير اختيارية
حكمة ورحمة وينتفعون بها

ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام
سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ بغیر اختیار ہی واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے
ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

الحديث - اذا اردت
ان يحبك الله فابغض الدنيا
واذا اردت ان يحبك الناس

کو پسندیدہ ہوں۔ اور
اس مضمون کی ایک
اور حدیث بھی ہے
جو اسی کتاب میں مسلم
و مسند احمد و ابن ماجہ مروی
ہے جو عربی حصہ میں مع قرآن
لکھی ہے)

حدیث - جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ
کے ساتھ پہلانی کارادہ فرماتے ہیں
تو اس کو خواب میں عتاب فرماتے
ہیں (یعنی اس کو خواب میں کوئی پریشا
واقعہ دکھلا دیتے ہیں) یہ حدیث
اس پر ال ہے کہ بعضا بُرا خواب ہی
بندہ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ
اس سے استدلال ہوتا ہے
کہ اس شخص سے کوئی معصیت صادر
ہو گئی ہے سو وہ اس سے توبہ کر لیتا

ہے تو وہ خواب (اس طرح سے) اس کے لیے خیر ہو جاتا ہے اور اسی مقام
سے تم عارفین کو دیکھتے ہو کہ بغیر اختیار ہی واقعہ کو حکمت اور رحمت سمجھتے
ہیں اور اس سے (مناسب) نفع حاصل کرتے ہیں۔

حدیث - جب تو چاہے کہ اللہ
تجہ سے محبت کریں تو دنیا کو منغور
رکھو اور جب چاہے کہ لوگ تجھے

کون لائق
۲۶
الغیر الاختیاریۃ کا مظهر من المریب اور غیر مریب

فما كان من فضولها فابنزه
اليهم رخط عن ربحي
مراين حراش مرسل (رض)
ف وهذا الاثر من
حب الناس في هذا الفعل
من نبذ فضول الدنيا
مشاهداتي مشاهد-

الحديث - اذا احب
الله عبد الميضة ذنب
(الديلمي) ف ليس معناه
انه يذنب ولا يضره
كما ادعى الا باحتمال المعنى
انه لا يصل عند الذنب
فيضرة وان صد احبانا
يتوب وليستغفر فيلتقى
ضرر ومن هذا الباب
حديث اعملوا ما شئتم
فقد غفرت لكم ومتفق
عليه كن في المشكوة
باب جامع المناقب
ولفظ المغفرة نص في كون
الذنب ذنب ولو كان
مباحا لكان حق العبارة

محبت کریں تو زائد دنیا کو ان ہی
کی طرف پھینک دو۔ ف اس
فصل میں یعنی فضول دنیا
کے ترک میں یہ اثر ہونا
یعنی لوگوں کے فتوب
میں محبت ہو جانا بالکل مشاہد
ہے اور مشاہد ہی کس وجہ کا۔

حدیث - جب اللہ تعالیٰ
کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے
اسکو گناہ ضرر نہیں پہونچا
سکتا۔ ف اس کا یہ
مطلب نہیں کہ وہ گناہ تو کرتا ہی
مگر وہ اسکو مضر نہیں ہوتا اس طرح
سے کہ وہ اس کے لیے مصلح ہو جاتا
ہے جیسا فرقہ اباحیہ اس طرف
گیاہے کہ کالمین ایسے درجہ
پر پہونچ جاتے ہیں کہ اون کے
لیے حرام ہی حلال ہو جاتا ہے
نعوذ باللہ (م) بلکہ مراد یہ ہے
کہ اس سے گناہ ہی نہیں ہوتا
جس سے ضرر ہو اور اگر جیانا
صادر ہو جاتا ہے تو وہ توبہ اور
استغفار کر لیتا ہے جس سے

فقد اجحت لکم او احدثت لکم اس کا ضرر محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی بات کے یہ حدیث ہے (اہل بدر کے خطاب میں) کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی اس میں لفظ مغفرت نص ہے کہ گناہ گناہ رہتا ہے (جب ہی تو مغفرت اس سے متعلق ہوتی ہے) اور اگر گناہ مباح ہو تو تجارت کا حق یہ تھا کہ میں نے مباح کر دیا یا حلال کر دیا ۴

الحديث - اذا اقل احدکم الطعم ملئ جوفه نوراً (الدیلمی) ف و هذا مشاهد کاشک فیہ وهو من العادات العامة للقوم الا لعارض والمرا د بالقله ما لا یجزم معها عن اداء الحقوق المطلوبة لله تعالى وللعباد۔

حدیث - جب تم میں کوئی شخص کہانے میں تقلیل کرتا ہے تو اس کا باطن نور سے بہرہ جاتا ہے ف اور یہ امر ایسا مشاہد ہے جس میں شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تقلیل طعام صوفیہ کے عادات عامہ سے ہے مگر کسی خاص عارض کے سبب اس کے خلاف ہو جاتا ہے

ہے) اور مراؤتلت سے وہ درجہ مراد ہے جس میں ادائے حقوق مطلوبہ سے خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں عاجز نہ ہو جائے اور سعدی نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے ۵

اندرن از طعام خالی ۱
الحديث - اذا اكلتم فافضلوا (الدیلمی) ف و فیہ من المصلح ما لا یخفى وادقها ان فیہ راحة للھک الطعام وقطع توهمة مضیفا کان او خادماً من اهل البیت

تا درو تو معرفت بینی حدیث - جب تم کھانا کھاؤ تو کچھ بچا دو ف اور اس میں جو صائیتیں ظاہر ہیں اور بڑی دقیق مصلحت یہ ہے کہ اس میں کھانا پیش کرنے والی کی راحت ہے اور اس کے اس ہم کا قطع کرنا ہے۔

او غیر ہم بقاء الحاجة الى الطعام
وهذا من الطفت الاحلاق
والحمد لله الذي الهمني رعاية
هذا الخلق من سالف الزمان
على موافقة هذا الخاطر الحديث
وما وثر من الحسن القصة فيحمله
ما اذا لم يكن مصلحة في ابقاء
الطعام ولم يبق فيه معتد امر
معتد به من الطعام

کہ کہیں کہا نیکی حاجت نہ رہ گئی ہو۔
خواہ وہ پیش کرنے والا میزبان ہو
یا کوئی خادم ہو گھر والوں میں سے یا کوئی
دوسرا اور یہ نہایت لطیف خلق ہے۔
اور میں خدا تعالیٰ کی جس نے اس خلق
کی رعایت تسلیم فرماتے میرے
تسلیم میں القافر مار گئی ہے اس
حمد کرتا ہوں کہ یہ میرا خیال حدیث
کے موافق ہو گیا اور جب بیت میں جو
برتن چائے والے کی فضیلت آئی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب چوڑنے
میں کوئی مصلحت نہ ہو اور برتن میں کوئی معتد بہ مقدار طعام کی باقی نہ ہو۔

الحديث (ج) ۱ اذا تاب العبد
النسي الله الحفظة ذنوبه وانسى
ذلك جوارحه ومعالمه من الارض
حتى يلتقي الله وليس عليه شاهد
من الله بذنوب ابن عساكر
عن انس (رض) **ف** مدلول
الحديث ذنوبهم يمكن ان يوخذ
منه بالقياس ما نقل عن بعض
العارفين ان من علام قبول التوبة
نسيان العبد الذنوب فان القلب
الذي به يتذكر الذنوب كالجوارح
كما فسرنا به قوله تعالى ان السمع والبصر

۲۹ **حدیث**۔ جب بندہ توبہ (خالص) کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ اس کے گناہ (ملائے گم) کا ظہر اعمال کو بھی بہلا دیتا ہے اور اس کے جوارح کو بھی (بہلا دیتا ہے) اور زمین کے نشانات کو بھی بہلا دیتا ہے (یعنی جس جگہ وہ معصیت کی تھی جو قیامت میں گواہی دیتی) یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اس پر گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوتا۔
ف مدلول حدیث کا ظاہر ہے

والغواد کل اولئک کان عنہ
مسئولا ای کل واحد من هذه
الأعضاء کان عنہ ای عما نسب
الیہ مسئولا لیشہد علی صاحبہ
(تبصیر الرحمن) هذا هو السر فی
الآخرة واما السر فی الدنیا فهو
ان تذکر الذنب قد یکون
جایبا طبعیا من التوجہ
الی اللہ تعالیٰ لا فشرام فی نفسیہ
اللہ تعالیٰ ایاہ و عندک ان هذا
لیس بلازم ولا دایم فان
بعضہم یغلّب عقلہ علی الطبع
فلا یمنعہ الذکر عن التوجہ
فهذا العلامة لبعض افراد
القبول لا لجمیعہا۔

۳۰

اور اس حدیث سے اس معنوں کو بھی
بجور قیاس کے جو بعض عارفین سے
منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول کے
تو یہ یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بہول جا
ہے۔ کیونکہ تلبس جس سے گناہ
یا درہ تلبس وہ بھی مثل جوارح کے ہر
جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر
میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے
سوال ہوگا تا کہ یہ صاحب اعضا پر
شہادت دیں (تو شاہدوں میں قلب
بھی داخل ہو گیا تو تلبس کے یہی گناہ
کو بہولادیا جاتا ہے) اور یہ راز تو
آخرت میں ہے اور دنیا میں اسکا
یعنی بالخصوص تلبس پہلادینے کا
یہ راز ہے کہ گناہ کا یاد ہونا بعض افراد

بعض سائلین کے لئے انشراح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے
سے طبعی حجاب ہو جاتا ہے (اور حکمت الہیہ کہی بعض کی مصلحت سے طبعی
حجاب کو ہی رفع فرما دیتی ہے) اور میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ (بہول جاتا)
نہ لازم ہے نہ دائم ہے کیونکہ بعض سائلین کی عقل طبیعت پر غالب ہوتی ہے
تو ایسے شخص کو یہ یاد ہونا توجہ سے مانع نہیں ہوتا پس یہ علامت بعض افراد
قبول کی ہے نہ کہ سب کی (تو یہ ممکن ہے کہ نسیان ہو جاوے اور تو یہ
قبول نہ ہو بلکہ نسیان بوجہ غفلت کے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تو بہ قبول
ہو جائے اور نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار

کر کے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے)

۱۔ **الحدیث** اذا تناول
احدکم عن اخیه شیئاً فلیع
ایاہ (د) فی مراسیلہ عن ابن
شہاب (قط) فی الافراد عنہ
عن الشربللفظ اذا نزع (ح) و
معنی تناول اخذ من
بدنہ او ثوبہ فحقن اذ کذا
فی العزیزی وفی حاشیۃ
الخفی لیکون سبباً فی المحبۃ
لانہ اذا الدبر رہا بقہم
انہ لیضربہ **ف** فیہ من
دقیق الرعاۃ مالا یخفی ومثال
ہذہ الرعاۃ کانہا من الطبعیۃ
للقوم۔

حدیث۔ جب کوئی شخص اپنے
بہائی (مسلمان) کے کپڑے یا بدن
سے کوئی چیز (ٹھانے کے لئے)
لے (جیسے کوئی تنکا وغیرہ بال میں
لگ جاتا ہے اور دوسرا اسکو
نکال دیتا ہے) تو چاہئے کہ اسکو
وہ چیز و کملا دے اور ایک روایت
میں لینے کی جگہ یہ ہے کہ جب
کوئی (ایسی چیز) دور کرے۔ اور
لینے کے معنی یہ ہیں کہ اوس کے
بدن یا کپڑے پر سے تنکا وغیرہ
اگ کر کے اسی طرح ہے شرح
عزیزی میں (جیسا اوپر بیان کیا
گیا) اور خفی کے حاشیہ میں (اسکی

۳۱

حکمت یہ بیان کی گئی ہے تاکہ محبت کا سبب ہو کہ جب وہ دیکھے گا
نہیں بعض اوقات اسکو شبہ ہوگا کہ میرے ساتھ تمسخر کرتا ہے (یعنی
دیکھ کر تو سمجھو گا کہ اسکو میرا اتنا خیال ہے کہ میری ذرا سی بدنمائی بھی اسکو
گوارا نہیں اس کے ازالہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا موجب ازدیاد
محبت ہونا ظاہر ہے ورنہ بے دیکھے شبہ ہو سکتا ہے کہ میرے
بدن یا کپڑے کو تو چکر میرے ساتھ دل لگی کرتا ہے **ف** اس حدیث
میں (اپنے رفیق کے خدمات کی) کس قدر رعایت ہے جیسا کہ ظاہر
ہے اور ایسی رعایتیں صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں (کسی وقت

غفلت یا کوتاہی نہیں ہوتی)
الحديث اذا جاء الموت
 لطالب العلم وهو على هذه
 الحالة مات وهو شهيد (البزار
 عن ابی ذر وابی ہریرۃ رض)
ف العلماء ای الدینی بشمل
 جمیع انواعہ فدخل فیہ علم
 اصلاح الباطن فدل الحديث
 علی ان المشتغل به لومات
 فی اثناء السلوك کان له اجر
 الكامل وهو مدلول كونه
 شهيداً لان الشهيد هو
 الكامل فی القوة العلیة کما
 ان الصديق هو الكامل فی
 القوة العلیة

الحديث - اذا حالك
 في نفسك شئ فدعه (رحمك الله)
 عن ابی امامہ فی العزیزی
 قال الشيخ حديث صحيح **ف**
 دل بصریہ علی ما قال القوم
 انه لا یكتفى فی العمل بالفتوہ
 بل یترك ما حالك فی النفس ان
 افقی بابا حتم وهذا فی الترتیب

حديث - جب کسی طالب علم کو طالب علم کی حالت میں موت آجائے تو وہ شہید ہو کر مرتا ہے **ف** علم (یعنی دینی) اپنے جمیع انواع کو شامل ہے اس میں اصلاح باطن کا علم ہی آگیا پس حدیث اس پر دلالت ہے کہ اس میں جو شخص مشغول ہو اگر وہ اثنائاً سلوک میں مر جاوے اور اس کو کامل قرار دیا جائے اور شہید ہو نیک کا ہی مدلول ہے۔ کیونکہ شہید کی حقیقت یہی ہے جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔ جیسا صدیق وہ ہے جو قوت عملیہ میں کامل ہو۔

حديث - جب تیرے جی میں کوئی چیز کھٹکے تو اس کو چھوڑ دے **ف** حدیث صراحۃً صوفیہ کے اس قول پر دلالت کرتی ہے کہ عمل میں محض فتویٰ پر اکتفا نہ کرے بلکہ جو چیز دل میں کھٹکے اس کو بھی چھوڑ دے اگرچہ فتویٰ اس کی ابا حتم کا ہو جاوے اور تیرے

کما دل علیہ صریح اللفظ لا فی
الفعل فما اُفتی تبوکہ لا یفعلہ
وان شہد القلب با باحتہ
فلا مسامحہ فیہ للخلیع المسد
للطریق۔

جیسا کہ حدیث کے صریح الفاظ اس پر
دال ہیں اور یہ فعل میں نہیں پس جس
چیز کے ترک کا فتویٰ دیا جائے اس کو
فعل میں نہ لاوے اگرچہ قلب کے
جائز ہونیکا قوی دیتا ہو پس اس

تفصیل کے بعد حدیث میں ایسے شخص کو گنہگار نہیں جو (شرعیات سے)
آزاد (اور طریق کا مدعی ہے) (جو یوں کہتے ہیں کہ دیکھو حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ شریعت کے علاوہ جائز ناجائز کا معیار کوئی اور چیز ہے کہ اس کے
سامنے فتویٰ بھی معتبر نہیں وجہ گنہگار نہ ہونے کی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں
حلال میں احتیاط کی گئی ہے حرام میں وسعت نہیں دی گئی اور احتیاط خود متقا
شرع سے ہے تو شریعت کا حجت نہ ہونا اس سے کیسے معلوم ہوا خوب سمجھو

۳۳۳ حدیث جب تم کو کچھ حسد پیدا ہو
تو حد سے مت نکلو۔ اور جب تم کو کچھ
(سے) بدگمانی پیدا ہو تو درپے تحقیق
مت ہو اور جب تم کو کچھ کام میں بدشگونی کا خیال
پیدا ہو تو اس حکام کو کرگزر دو یعنی
اس سے رکو نہیں) اور امد قہ
پر تو کل کرو۔ اور حد سے نہ نکلنے کا
مطلب یہ ہے کہ محسود کی نعمت کے
زوال میں سعی مت کرو اور درپے
تحقیق نہ ہونیکا مطلب یہ ہے کہ
اس واقعہ کا تجسّس مت کرو
اور اس شخص کی آمد و رفت کے

الحديث ۱۰ اذا حسدتم فلا
تبغوا واذا ظننتم فلا تتحققوا واذا
تطيرتم فامضوا وعلی اللہ فوق کلوا
(عد) عن ابی ہریرۃ (رض) ومعنی
لا تبغوا لا تجاوزوا الحد بار تبغوا
فی زوال نعمۃ المحسود ومعنی لا تتحققوا
ای بالتجسس اتباع مواردہ
ومعنی فامضوا ای لا یلتفت احدا
الی ذلک وامضوا القصد کم کذا
فی العزیز فی الخفی ویمثل ان
لیکون معنی لا تتحققوا ای لا تتیقنوا
ولیس تشنہ من التجسس تجسس

لا یتہایا لامور الاختیارۃ و عدم الاختیارۃ بالامور غیر الاختیارۃ

اهل الشر الفساد والحیث
تصریح بان العبد غیر مکلف
بالامور الاختیارۃ فلا یمتہ
تلك الامور وانما هو مکلف بالامور
الاختیارۃ فالحسد والظن
ووسوسه التظن امور غیر اختیاریہ
فلما مر علی الله علیہا بقلعها
من النفس انما امر بان لا یعمل
بمقتضی هذه من البغی والتحقیق
والکف عن الفعل المقصود
وهذه المسئلة کا تھا نصف
السلوک فتعکرو تشکر

۳۴

مواقع کی تلاش مت کرو اور اس
کام کو کر گزرنیکا مطلب یہ ہے کہ
اس بدشگونی کی طرف التفات
مت کرو اور اپنے مقصود کو کر گزرو
شرح غریزی اور حاشیہ خفی میں
اسی طرح ہے اور لا تختوا کے معنی
(جو کہ بدگمانی کے متعلق نہرایا ہو)
یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس بدگمانی
کو (محقق اور) یقینی مت سمجھو اور اس
بجس سے اشرار و مفسدین کے
حالات کا تجسس مت متنبہ نہ ہو۔

ف۔ اس حدیث میں تصریح ہے
کہ بندہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں سوائے امور سے شکر میں پڑنا چاہی
(مثلاً یہ کہ حسد کا خیال کیوں پیدا ہوا اور یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی اور بدشگونی
کیوں پیدا ہوئی) بلکہ صرف امور اختیاریہ کا مکلف ہے (اور وہ امور اختیاریہ
ان امور غیر اختیاریہ کے مقتضی پر عمل کرتا ہے) پس حسد اور بدگمانی۔ اور
وسوسہ بدگمانی کا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ حکم نہیں نہرایا کہ ان چیزوں کا نفس سے ازالہ کرنا چاہئے صرف یہ حکم
نہرایا کہ ان کے مقتضی پر یعنی تجا و زعن الحد اور تحقیق ظن اور ترک فعل
مقصود پر عمل نہ کیا جائے اور یہ مسئلہ گویا نصف سلوک ہے پس غور کرو
اور شکر کرو پڑ

حدیث۔ جب تم لوگوں سے
بات کرو ایسی بات مت کرو جو آنکو

الحدیث۔ اذ احدثتم
الناس فلا تخدوهم بما یفرغهم

للدلی **ف** القزع عالم الدین
 بان یوقع السامعین فی الھول
 والقلق بلا ضررة وللدینی
 بان یکون ظاہرہ محالفا
 للدرین فیقعون فی الوحشة
 والخیر اوفی الضلال ان صدقوا
 اوفی التضلیل ان کذبوا وفیہ
 رخ علی من نقل من نکات التصو
 مالا یبلغہ فہم السامعین
 کدیرن المدعین الذین
 یطلبون الجاہ والشہرة بین
 العوام ویرغم انہم یعلمون
 مالا یفہم احد۔

پریشانی میں ڈالے۔ **ف** یہ پریشانی
 عام ہے خواہ دنیوی ہو اس طرح سے
 کہ سننے والوں کو ہول اور منظر اب
 میں ڈال دے بلا ضرورت خواہ
 دینی ہو اس طرح سے کہ وہ بات
 ظاہر آدین کے خلاف ہو تو
 سننے والے یا تو وحشت اور
 حیرت میں پڑیں گے (اگر نہ تصدق
 کی نہ تکذیب کی) یا ضلال میں
 پڑیں گے اگر تصدیق کی یا تضلیل
 میں پڑیں گے اگر تکذیب کی اور
 اس حدیث میں ایسے شخص
 پر رد ہے جو ایسے نکات تصو

بیان کرے جہاں سامعین کی فہم کی رسائی نہ ہو جیسے مدعیوں کا شیوہ ہے
 جو جاہ اور شہرت بین العوام کے طالب ہیں عوام کو یہ دکھلاتے ہیں کہ
 وہ ایسی باتیں جانتے ہیں جن کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

حدیث۔ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ
 سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے
 ہر چیز کو خائف کر دیتے ہیں اور جب
 بندہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ
 اس کو ہر شے سے ڈراتا ہے **ف**
 اور اس امر کا صوفیہ میں مشاہدہ ہوتا
 ہے کہ اون سے سب لوگ ڈرتے

الحديث۔ اذا خاف الله
 العبد خاف الله منه كل شئ
 واذا لم يخف العبد الله خافه
 الله من كل شئ (عق) عن ابی
 (ض) **ف** وهذا مشاہد
 فی القوم یخافہم کل الناس
 حتی الامراء والسلطان مرجون

ان یكون عندهم شیء مما یخاف منه
ولا یخافون احداً

سامان خوف کا ہو۔

الحديث - اذا خفيت

الخطیة لا تضر الا صاحبها

واذا اظهرت فلو تغیر ضربت

العامة (طس) عن ابی هریرة

(رح) فظاهر الحديث یخرج

على القوم حیث یامرون

الطالبین باظهار عیوبهم فیها

ذنوبهم والحديث یدل على

ان خفاها اسلم من ظهورها

والجواب ان المنکر هو الاظهار

من غیر مصلحة واما الاظهار

بضرورة المعالجة فمطلوب

لان مقدمة المطلوب

هو المعالجة كما ان کشف

العورة یسبب عنه بلا ضرورة

وجودن فيه عند الطیب

بضرورة المعالجة ویؤیدہ

قوله صل الله علیه وسلم لعائشة

وقصة الافک یا عائشة

انه بلغنی عنک کذا وکذا

ہیں حتی کہ امرار اور سلاطین ہی بدو

اس کے کہ اون کے پاس کوئی

سامان خوف کا ہو۔

حدیث - جب گناہ مخفی رہتا ہی

صرف کرنے والے ہی کو مضر ہوتا

ہے اور جب ظاہر ہو جاوے پھر

متغیر کیا جاوے تو پھر سب کو

مضر ہوتا ہے (کیونکہ اطلاع کے

بعد اوسپر تکبر واجب ہتی اور ترک

واجب سے گناہ ہونا ظاہر ہے)

ف ظاہر حدیث سے صوفیہ

پراعتراض ہوتا ہے کہ وہ طالبین

کو حکم دیتے ہیں کہ (ہماری

ساتھ) اپنے عیوب ظاہر کریں

اور ان عیوب میں ان کے گناہ

ہی ہوتے ہیں۔ اور حدیث اسپر

وال ہے کہ اون کا مخفی رہنا بہ نسبت

ظاہر ہونے کے اسلم ہے اور جواب

یہ ہے کہ منکر وہ اظہار ہے جس میں

کوئی مصلحت نہ ہو باقی جو اظہار شہ

مصلحت معاالجہ کے لئے ہو وہ مطلوب

ہے کیونکہ وہ مقدمہ ہے مطلوب کا

اور یہ مطلوب معاالجہ ہے جیسے ستر کوئی

لفظ الحقیقة قولہ
واظهار عیوبہم
۳۶

فان كنت بريئة مسيد بك الله
وان كنت ائمت بذنب فاستغفر
الله وتوب اليه مع قولها في
الحجاب لئن قلت لكم بريئة
لا تصدقوني ولئن اعترفت لكم
بأمر الله يعلم اني منه بريئة
لتصدقني - رواه البخاري وجه
التأييد ان عائشة فهمت من
قوله صلى الله عليه وسلم ان
كنت ائمت بذنب فاستغفر
الله ان تعترف وتقب بدليل
قولها لئن اعترفت و لم ينكر
صلى الله عليه وسلم على هذا
الفهم حيث لم يقل اني ما اددت
الا عتوات بل محض التوبة
ولو خضيا فالجسس في عان في ع
يكون المقصود منه الاطلاع
على العيوب لتحقيرها واقتضاحها
وهو المنهي عنه و في كون
لمصلحة من اصلاح اخيه ان دفع
مضرته عن نفسه و هو غير مذموم
فانهم

بلا ضرورت ممانعت ہے اور ضرورت
کے وقت بضرورت معالجہ طیب کے
روبرو اجازت ہے اور اس کی تائید
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
سے ہوتی ہے جو آپ نے حضرت عائشہ
سے قصہ افک میں فرمایا تھا کہ اے عائشہ
مجھ کو تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر ہو چکی ہے۔
سوا کرتی بری ہو تو بہت جلد اللہ تعالیٰ
تم کو بری فرمائیے اور اگر کسی گناہ میں آلودہ
ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار
اور توبہ کر لو اور اس کے ساتھ حضرت
عائشہ کا جواب میں یہ کہنا کہ اگر میں آپ
لوگوں سے یہ کہدوں کہ میں بری ہوں
تو تم لوگ نبی کو سچا نہ سمجھو گے اور اگر
کسی بات کا تمہارے سامنے اقرار کروں
حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس
سے بری ہوں تو تم سچا سمجھو گے (کیونکہ)
آپ لوگوں کے دل میں شبہ جم گیا ہے)
روایت کیا اس کو بخاری نے وجہ تائید
کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اگر
کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ
سے استغفار کر لو یہ سمجھیں کہ اقرار کر کے توبہ کر لو جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے کہ اگر میں اقرار

کروں الخ اور آپ نے اُنکے اس سمجھنے پر تکبر نہیں فرمایا چنانچہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری مراد اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ محض توبہ کر لینا ہے اگرچہ غیہ ہی ہو جس کی دو قیاس میں ایک وہ جس سے مقصود محض دوسرے کے عیب کی اطلاع حاصل کرنا نہ تاکہ اس کی تحقیر کرے اور اسکو فضیحت کرے اور یہی ہے جس سے مخالفت آتی ہے اور ایک وہ جو کسی مصلحت سے ہو مثلاً صاحب عیب کی اصلاح یا اپنے نفس سے مضرت رفع کرنا اور یہ مذموم نہیں خوب سمجھ لو۔

الحديث اذا دخل احدكم

على اخيه فھو امير حتى يخرج من عنده (عد) عن ابی امامۃ (ض) ففیہ الادب للضعیف حیث یکن تابعا للضعیف الا یتاخر علیہ ولا ینالہ فان صاحب المنزل ادری بمصلحة المنزل فی سائر المعاملات والمعاشرات وھذا کلام المراد الطبعی للقوم فھما اتباع الناس للسنۃ واما اکثر اھل الظاہر فلا یخطر ببالھم ھذا الذائق فی ذون الناس

باتیں اُنکے ذہن میں ہی نہیں آتیں اس لئے اُن سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

الحديث اذا دخل احدکم

الی القوم فایسع لہ فلیجلس فانما ھی کرامۃ من اللہ اکرمہ بھا اخی لا المسلم فان لم یسع لہ

حدیث جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس جائے تو وہ گھر والا، اس بھائی والے پر حاکم ہے یہاں تک کہ اُس کے پاس سے واپس آجائے۔ اس میں وہاں کا ادب (بتلایا گیا) ہے کہ اس کو میزبان کا تابع ہو جانا چاہئے اُس پر نہ فرمائشیں کرے اور اُس کی مخالفت کرے اس لئے کہ گھر والا مقامی مصلحتوں کو کو تمام معاملات و معاشرات میں زیادہ جانتا ہے اویہ (ادب) صوفیہ میں مثل مرط کے ہے سو یہ حضرات سنت کے متبع یا ہیں رہا اکثر اہل ظاہر سوائی باریک لئے اُن سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہے۔

حدیث جب تم میں کوئی شخص کسی قوم

کے پاس جاوے اور اُس کے لئے جگہ کشادہ کر دی جاوے تو اُس جگہ بیٹھ جاوے کیونکہ وہ اشر تعالیٰ کی

کلام سورۃ النور

۳۸

تفضل علیکم دینی اللہ فی التواضع

فلینظر او سمعاً مکاناً فی مجلس فیه
(الحرف عن ابی شیبۃ الحدیث)
فی العزیزی حدیث حسن و
فیه تعلیم التوسط فی امثال هذه
الامور بین الافراط من الحرص
على التصدیق والتعاطف کما هو
دأب علماء الدینا و بین التفريط
میں عدم قبول اکرام اخیه و
الاصرار علی التسفل فی المجلس کما
هو دأب الغلاة فی التواضع من
اهل الطريق فان فیه کسر قلب
المسلم و تحقیرہ حیث حرأ کرامہ
تریں جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا ان اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دشمنی ہے اور اسکی اجانت ہے کہ اس کے اکرام کو رد کر دیا۔
الحديث اذا دعوا لحدیث
من الیہو دوا لنصارى فقلوا
اکثر الله مالک و ولدک (عدو
ابن عساکر) عن ابن عمر رضی
فیه حی ازال دعاء الکافر بمنافعه
الدنیویة لا بالمغفرة فان نفعها
من المنافع الاخریة و نری الکافر
من القوم لا یمسکون فی الدعاء
لمن یطلب منهم من الکفار

الکفار یاتون الدنیوی

طرف سے ایک عورت دی ہوئی ہے جس
سے اس کے مسلمان بھائی نے اس کی عورت
کی ہے (دوہا) بیٹھنے میں تکلف نہ کرے،
اور اگر اس کو جگہ نہ دیا دے تو جس جگہ
وسعت ہو بیٹھ جاوے (اور اس کی
کوشش نہ کرے کہ ممتاز نہی جگہ بیٹھے)
ف اس میں تعلیم ہے ایسے امور میں
توسط کی کہ نہ افراط کرے اس طرح کہ صید
اور ریڑا بننا چاہے جیسا علماء دنیا کی عادت
ہے کہ معمولی جگہ بیٹھنے کو خلاف شان سمجھتے
ہیں) اور نہ تفريط کرے اس طرح کہ اپنے
بھائی کے اکرام کو قبول نہ کرے اور سب سے
تریں جگہ میں بیٹھنے پر اصرار کرے جیسا ان اہل طریق کی عادت ہے جو تواضع میں غلو کرتے
ہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی دشمنی ہے اور اسکی اجانت ہے کہ اس کے اکرام کو رد کر دیا۔
حدیث جب تم کسی یہودی نصرانی
کے لئے دعا کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ اللہ
تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں کثرت
کرے ف اس میں کافر کے لئے دنیوی
نفع کی دعا کرنے کی اجازت ہے مگر
مغفرت وغیرہ منافع اخرویہ کی اجازت نہیں
اور ہم اکابر اہل طریق کو دیکھتے ہیں کہ اگر
کوئی کافر ان سے دعا چاہتا ہے تو
اس کے لئے ایسی دعا کرنے میں تنگی

یعنی هذه المنافع الدنیویۃ۔

سند موجود ہے۔

الحديث ج اذا ذكرتم بالله
فانتهموا البزار عن أبي سعيد المقبري
مرسل قال العزيمي وروى
مسنداً عن أبي هريرة وهو حديث
ضعيف قال في معنى الحديث اذا
ذكرتم بوعيد الله وقد عرهم على
فعل مصيبة فانتهموا اي كفوا عن
فعلها الا ومعاذ عندى انكم اذا
ارحتم الشدة باحد من الضروب
ونحوه وناشدكم بالله ان ترفقوا
به وتحفظوا عنه فلهو اعز الشدة
به ويتايد بهما وروى صحيحاً اذا ضرب
احدكم خادماً فذكر الله فافعلوا
ايدكم وهو مذکور في الجامع الصغير
برمز (ت) عن ابي سعيد (ض)
في دل الحديث على التفسير
الاول على ان الناصح لا تنظر وفيه
انه يكون اكبر قدراً بل يجب قبول
الصحة عن كل احد ولو كان صغيراً
وحقيراً حيث اطلق المذکور ذكر
المند كير مبنياً للمفعول و دل على

ہیں کرتے تو ان کے اس فعل کی حدیث میں
سند موجود ہے۔

حدیث۔ جب تم کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ
کو یاد دلاوے تو تم رک جاؤ عزیز می
حدیث کے یہی معنی کئے ہیں کہ جب تم کو کوئی
اللہ تعالیٰ کی وعید یاد دلاوے اور تم نے
کسی گناہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم اس
گناہ کے کرنے سے رک جاؤ اور
میرے نزدیک اس کے یہی معنی ہیں کہ جب تم
کسی کے ساتھ سختی کا متلا مارنے وغیرہ
کا ارادہ کرو اور وہ شخص تم کو خدا کا واسطہ
دے کہ اس سے نرمی کرو اور معاف
کردو تو تم اس کے ساتھ شدت کرنے سے
رک جاؤ۔ پہلے معنی کے اعتبار
سے حدیث اس پر دلالت کرتی ہے
کہ ناصح میں یہ نہ دیکھو کہ وہ مرتبہ میں بڑا
ہی ہو (تب تم اس کا کہنا مانو) بلکہ ہر
شخص کی نصیحت کو قبول کر لینا واجب
ہے اگرچہ (رتبہ میں) چھوٹا اور
حقیر ہی ہو۔ یہ نہیں کہ اس کا کہنا ماننے
سے عار کرو) کیونکہ حدیث میں
یاد دلانے والے کو مطلقاً کہا ہے
اور یاد دلانے کو محسبوں کا صیغہ

التبسیر الثانی علی ان مقتضی الأدب
مع اذہ الکف عن ائباح الغیر الضحی
اذا ذکر کم احد باللہ وکل من
الحصلتین کاندہ من الامور
الطبیعة للقیوم فللہ درہم من
قیوم طباعہم ما لا یقرب علیہا
غیرہم الا بمشقة شل یدق
اشکیس تویم ہے کہ انکے امور صبیحہ وہ اخلاق میں کہ دوسرا ان پر قادر نہیں مگر بعد
مشقت شدید کے۔

الحديث اذا رأى احدكم
اسلأ حساء فاحجبه فليأت اهله
فان البضع واحد ومعه مثل
الذي معه (خط) عن عمر
فيه تسهيل لمعالجة النفس واصل
المعالجة الكف عن الممتنى وليس من
وظائف المصلح الا هو اما اتیان
الا هل فاعانة وتسهيل لها و
الارشاد اليه ليس من وظائف
الازمة للمصلح وانما هو تبرع
فلاحق للطالب ان يطالب به
وكتير من الطالبين يغلط في
هذا المسئلة كيف ولي كان
لازمان اقتصر كما الحق تعالى في

سے ذکر کیا ہے) تاکہ یاد دلانے والے
کی تخصیص نہ رہے) اور دوسری تفسیر
پر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ آدم
(و تعظیم) کا مقتضایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا نام سنگرمباح غیر ضروری سے
بھی پرکھا جاوے اور یہ دونوں حصلیتیں
صوفیہ کے امور طبعیہ میں سے ہیں سجان
اشکیس تویم ہے کہ انکے امور صبیحہ وہ اخلاق میں کہ دوسرا ان پر قادر نہیں مگر بعد

حديث جب تم میں کوئی شخص کسی حین
عورت کو دیکھے اور وہ اس کو بھی معلوم
ہو تو اسکو چاہئے کہ اپنی بی بی کے پاس
چلا آوے (یعنی اس سے بہت ستری
کرے) اس لئے کہ شرمگاہ (دونوں
جگہ) ایک ہی سی ہے اور بی بی کے
پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس
(اجنبی) عورت کے پاس ہے
اس حدیث میں معالجۃ نفس کو سہل
کرنے کا طریق (بتلایا گیا) ہے اور
اصل معالجہ صرف یہ ہے کہ (نفس کو) اس
تمنی سے (جو دوسری عورت کے ساتھ
معلق ہوئی ہے) روکا جاوے اور مصلح
کا اصل فرض منصبی اسقدر ہے اور

الباب علی قوله قل للمؤمنين
 يغضوا من ابصارهم ويحفظوا
 فروجهم لان الغض والحفظ
 من اشق الاعمال في حالة
 الهيجان ومع ذلك لم يرشد
 الى ما يزيل هذه المشقة
 فمادر في هذا الحديث ان
 في حديث من استطاع منكم
 الباءة فليتزوج فانه اغض
 للبصر واحسن للفرج من
 باب التسهيل لا مما يتوقف عليه
 التحصيل وفي التعليل بقوله فان
 البضع واحد الخ مع ان مسكون
 الهيجان الذي يسهل العفة لا
 يتوقف على استحضار هذه
 العلة لما نقل المناوي عن الاطباء
 ان الجماع يسكن هيجان العشق
 وان كان مع غير المعشوق كذا في
 حاشية الخفي اشارة الى مسئلة
 اخرى وهي ان المكلف ينبغي له ان
 يقصر النظر في كل شئ على درجۃ
 قضاء الوطر ولا يتصل بالدرجۃ
 الغفوتين والذلّة فان اللذّة ليس لها

بی بی کے پاس جانا یہ اس معالجہ کی اعانت
 اور تسہیل ہے اور ایسے طریق کا بتلانا یہ
 مصلح کے فرائض لازمہ کی نہیں یہ بتلانا مصلح
 کی طرف سے) محض تبرع ہے سو طالب کو
 اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا
 کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے
 اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ
 اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں
 اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست
 کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو مثلاً شیخ
 نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کوڑ کو
 مگر یہ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر
 بتلائی جاوے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو
 حالانکہ تقاضائے شدید نہ ہونا یہ خود موقوف
 ہے عمل مدبر پر تو عمل کو اس پر موقوف
 رکھنا دور کو جائزہ کہنا ہے عرض شیخ کے
 ذمہ سہولت کی تدبیر بتلانا نہیں ہے
 اور یہ لازم کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اگر
 لازم ہوتا تو حق تعالیٰ اس باب عفت
 میں صرف اس پر اکتفاء فرماتے کہ آپ
 مومنین سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی
 رکھیں اور اپنی شررنگاہوں کو محفوظ
 رکھیں کیونکہ نیچی نگاہیں رکھنا اور شررنگاہ

حد فمن تصدی له لا ینبی عن
التشویش ابدان امان اقتصر
على نفس الحاجة فيحصل له السكون
اذ اقتضى حاجة فهذا حاصل
قوله عليه السلام فان البضع ا^{حد}
یعنی لا منیة لفرج الاجنبیة
علیه والتمیز بینهما من تزین الشیطان

کو محفوظ رکھنا حالت ہیجان میں بڑی مشقت
کا عمل ہے اور باوجود اس کے حق تعالیٰ
نے ایسا کوئی طریقہ نہیں بتلایا جو اس
مشقت کو زائل کر دے پس (اس سے
ثابت ہوا کہ) اس حدیث میں جو مضمون
وارد ہوا ہے یا دوسری حدیث میں جو آیا
ہے کہ جو شخص تم میں نکاح کا مقدر رکھے

اُس کو نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نگاہ کا زیادہ پست کرنے والا ہے اور شر مگاہ کو زیادہ محفوظ
رکھنے والا ہے یہ سب باب تہمیل ہے ایسی چیز نہیں ہے جس پر (ماوربہ کی) تحصیل
موقوف ہو اور اس کی علت میں جو یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ شر مگاہ ایک ہی ہے
باوجودیکہ سکون ہیجان کا جو کہ عفت کو سہل کرنے والا ہے وہ اس علت کے استحضار پر
موقوف نہیں جیسا کہ مناوی نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ جماع کرنے سے عشق کے ہیجان
کو سکون ہو جاتا ہے اگرچہ غیر مشوق کے ساتھ ہو حاشیہ الغنی میں اس طرح ہے باوجود اس
کے پھر جو یہ ارشاد فرمایا ہے یہ اشارہ ہے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف وہ مسئلہ یہ ہے۔
کہ مکلف کو چاہئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے
اور تزیین اور لذت کے درجہ کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے
درپے ہوگا اُس کو کبھی تشویش سے نجات نہوگی اور جو شخص نفس حاجت پر کفایت کرے گا
جسوقت حاجت پوری ہو جائے گی اُس کو سکون کو ہو جائے گا پس یہ حاصل ہے اس
ارشاد کا کہ شر مگاہ ایک ہی ہے یعنی اجنبیہ کی فرج کو بی بی کی فرج پر کوئی افزودنی نہیں
ہے اور دونوں میں فرق کرنا محض شیطان کا ملع ہے (دوسرے مسئلہ کے استنباط
کی تقریر میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنی ہے)

حدیث جب کوئی شخص (پڑ) مسلمان
بھائی پر کوئی مصیبت دیکھے تو اللہ تعالیٰ

الحديث اذا سألني احدكم
بأخيه بلاء فليحمد الله ولا يسمعه

ذلك را بن الجبار عن جابر قلت
 البلاء وبعيم الدينوى كالمريض و
 البؤس و الدينى من الذنوب
 و عدم الا سماع لئلا يحزنه
 ذلك و يستغنى عنه ما نشاء عن محرم
 كقطع فى سرقه لم يتب منه ان
 امن او ما لم يقار و ند امة
 و يشترط فى ذلك عدم الشماطة
 و عدم الاستحقاق و دل الحديث
 على سعاية خاطر المصاب و
 يقاس عليه كل ما يخطر فيه
 الحزن و كسر القلب و هو من
 الزم اخلاق الصوفية

۴۴

کا شکر ادا کرے کہ اس کو اس بلا سے
 محفوظ رکھا) اور یہ شکر کرنا) اُس
 شخص کو نہ سنائے میں کہتا ہوں کہ مصیبت
 عام ہو دینوی مصیبت کو ہی جیسے مرض اور آفات اور
 دینی مصیبت کو ہی جیسے گناہ اور نہ سنانا اس
 کہ اُس کو رنج نہ ہو اور اس سے وہ مصیبت مستثنیٰ ہو
 جو کسی حرام فعل سے مسبب ہو جیسے کسی چوری
 میں جس سے توبہ نہ کی ہو یا تھک گیا۔
 وہاں سنانے کا بھی ذکر نہیں بشرطیکہ
 سنانے میں عداوت کا اندیشہ نہ ہو یا جو
 گناہ ندامت کے ساتھ مقرون نہ ہو وہ
 بھی مستثنیٰ ہے وہاں بھی سنانے کا کچھ
 ذکر نہیں) اور ان سب میں یہ شرط ہے

کہ اس میں نہ شمت ہو (یعنی دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا) اور نہ (دوسرے کی)
 تحقیر ہو (کہ اپنے کو مستحق اور مقدس سمجھے) اس حدیث میں دلالت ہے کہ مصیبت
 زو کی خاطر کی رعایت کرنی چاہئے اور اسی پر ہر اس معاملہ کو قیاس کیا جائے گا جس میں
 کسی کے حزن یا دل شکنی کا احتمال ہو دایسے تمام امور سے بچنا چاہئے اور صوفیہ کے
 اخلاق لازمی سے ہے)

الحديث اذا ارادت الناس
 قد مرحت عرو دهم وخفت
 اماناتهم و كانوا هلك او شبك
 بغير انا ملة فالنهر بيتك و املك
 عمليت لسانك و خذ ما تروى

مؤلف کتاب اعتبار بانیان

حدیث جب تم لوگوں کو اس حالت
 میں دیکھو کہ اُنکے عہد گزرتے ہو گئے اور
 انکی امانتیں کم وزن ہو گئیں اور وہ
 اس طرح ہو گئے اور آپ نے اپنی
 انگلیوں میں جال بنالیا (یعنی بے بڑے)

ودع ما تنكر وعليك بخاصة
امر نفسك ودع عنك امر العامة
(ك) عن ابن عمر قال العزیزی
حدیث صحیح **ف** فی سعة من
ترك الانكار على المنكر اذا غلب
على الظن ان المنكر لا يزول بانكاره
او خاف محذورا وهذا هو اصل
الملاسل المحكوم ما ذكر في الحديث
هو امارات - وهذا هو العذر
لاكثر احاد القوم حيث يتركون
الخطاب للعامة بالامر بالمعروف
والنهي عن المنكر ويقتصرون على
الخطاب الخاص لمن فوض نفسه
اليهم للاصلاح فلا يلام عليهم
فيه فانهم يتبعون للسنة في
صنيعهم هذا -

گڈ مڈ ہو گئے (اوس وقت) اپنے گھر کو لگ
جاؤ (یعنی لوگوں سے ملنا چھوڑ دو) اور اپنی
زبان پر قبضہ کر لو (یعنی سکوت اختیار کر)۔
اور (خود) نیک بات پر عمل نہ کہو اور بری بات
کو چھوڑ دو اور خاص اپنے کام سے کام نہ کہو
اور عام لوگوں کے قصہ کو چھوڑ دو (یعنی اسکی
اجازت ہے کہ کسی کو کچھ نہ کہو) **ف** اس
حدیث میں اسکی گنجائش ہے کہ امر منکر پر
انکار (ظاہر) نہ کیا جاوے جب غالب گمان
یہ ہو کہ وہ منکر میرے انکار سے زائل نہ ہو گیا یا
(انکار کرنے سے) کسی ضرر کا اندیشہ ہو اور اصل
مدار حکم (مذکور) کا یہی ہے کہ عدم توقع نفع یا
خوف بحقوق ضرر کے وقت امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے
اور حدیث میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں
یہ اسکی علامات ہیں (ان امور کا وجود علامت

۴۵

اسکی ہے کہ کہنے سے نفع نہ ہوگا یا ضرر لاحق ہوگا) اور اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب کرنے پر اکتفا
کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے اون کے سپرد کریتے ہیں اونکا یہی عذر ہے
کہ وہ زمانہ کارنگ دیکھ کر نفع سے ناامید ہیں سو اس باب میں اون پر ملامت نہ کی جاوے گی
وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں (چنانچہ حدیث میں ایسے وقت خود احتساب
کو ساقط کر دیا ہے)۔

حدیث جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

الحديث اذا رايته الله تعالى

يعطى العبد من الدنيا ما يحب وهو
معتمداً على معاصيه فانما ذلك
منه استدراج (حمرط بھب)
عن عقبۃ بن عامر (ح) شمل
الحديث بقاء بعض الاحوال النفسانية
كالوجد والاستغراق والشوق
والوله والهيمن امثالها مع المعاصي
ففيه الرد على من يغتر بهذه
الحالة ويفتخر بقوة نسبت
مع الله تعالى حيث لم تفصل
مع المعاصي ولم يدان هذه
الاحوال ليست من النسب
في شئ ولا تبقى النسبة مع
المعاصي وهذه الاحوال
انما هي کیفیات نفسانیة طبعیة
كالفرح والسرور فبالجملة
هذه الاحوال ليست بذاتھا
من الدين بل هي من الدنيا
نعم رباً كانت معینة علی
الدين ولا يلزم منه كونھا
من الدين فافهم۔

دنیا کی جو چیز وہ چاہتا ہے دے رہا ہے اور
وہ معاصی پر جا ہوا ہے تو وہ صرف استدراج
ہے (اوس سے دہو کہ نہ کھانا چاہیے کہ اوس
سے حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے پر
استدلال کرنے لگے) و حدیث اس کو
بھی شامل ہے کہ بعض اوقات معاصی کے
ساتھ بعض احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں
جیسے وجد واستغراق وشوق اور شیفگی
اور حیرت اور اس قسم کی اور کیفیات (تو
ان کے بقا سے دہو کہ میں نہ آؤں کہ
ایسا مقبول ہوں کہ مصیبت سے بھی مقبولیت
میں خلل نہیں پڑا کیونکہ یہ سب کیفیات
دنیا ہیں دین نہیں ہیں اور دنیا کا عطاء
ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں)
پس ہمیں رو ہے اوس شخص پر جو اس
حالت سے دھوکہ کھاتا ہے اور اس پر فخر
کرتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ ایسی قوی ہے
کہ معاصی کے ہوتے ہوئے بھی اوس میں ضعف
نہیں آیا اور اوس کو یہ خبر نہیں کہ ان احوال کا
نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت
معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی اور یہ

احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جیسے فرح اور سرور (کیفیات طبعیہ ہیں حاصل
یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات

الحديث - اذا رايت كلما طلبت شيئاً من امر الآخرة وابتغيت به يسرك واذ اردت شيئاً من امر الدنيا وابتغيت به عسر عليك فاعلم انك على حال حسنة واذ اردت كلما طلبت شيئاً من امر الآخرة وابتغيت به عسر عليك واذ اردت شيئاً من امر الدنيا وابتغيت به يسرك فانت على حال قبيحة ابن المبارك في الزهد عن سعيد بن ابى سعيد مرسل (هـ) عن عمر بن الخطاب في العزري قال الشيخ حديث حسن قال العزري والمسئلة رباعية فيبقى ما كان يعسر عليه من امر الدنيا والآخرة وما اذا كان يتيسر ان له ولم يتعرض لها لوضوحها - قلت فالتأني مصداق قوله تعالى ربنا آتانا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة ولا اول مصداق قوله خسر الدنيا والآخرة وبه وضوح فساد الاستدلال

دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس (معین ہونے سے) انکا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔
حدیث - جب تو اپنی یہ حالت دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اسکی تلاش کرے تو اسکا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے (کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتا ہے) اور جب اپنی حالت یہ دیکھو کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اسکی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونیکا خطرہ ہے) اور اس مضمون کی چار صورتیں ہیں سو دو قسمیں تو مذکور ہو گئیں اور ایک تو وہ قسم باقی رہ گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں دشواری سے ملیں اور (ایک) وہ قسم بھی (رہ گئی) کہ دونوں آسانی سے ملجاویں اور ان دونوں سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ انکا حکم واضح ہے میں

ببسط الدنيا على القبول عند الله
تعالى كبعض جملة الصوفية
يعتقرون ببسط الدنيا على
اهل سلسلتهم ويحتجون به
على قبولها واني لهم ذلك
وذكر الله تعالى فساد هذا
الاستدلال في القرآن فقال
فاما الانسان اذا ما
ابتلاه ربه فاكراهه
ونجه فيقول رب اكرم من واما
اذا ما ابتلاه فقد رعليه رزقه
فيقول رب اهانن كلاكه

۴۸

کہتا ہوں کہ دوسری قسم اس ارشاد حق کا
مصدق ہے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة
وفی الآخرة حسنة اور اول قسم اس ارشاد
کا مصداق ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں
کی طرف سے گھائے میں رہا ف اور
اس حدیث سے فراخی دنیا سے عن ربنا
مقبول ہونے پر استدلال کرنے کا فساد
واضح ہو گیا جیسے بعض جاہل صوفی اس پر
فخر کرتے ہیں کہ ہمارے سلسلہ والوں کو
دنیا کی خوب ترقی ہو جاتی ہے اور اس سے
اوس سلسلہ کے مقبول ہونے پر استدلال
کرتے ہیں اور اس استدلال کی اونکو گنجائش

کہاں۔ اور اس استدلال کا فساد ہونا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہی
کہ (بعض آدمی کا یہ حال ہے کہ اوس) کو جب اوسکا پروردگار اوسکو آزمائے
یعنی اوسکو (ظاہر) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (افتخاراً) کہتا ہے کہ میرے رب نے
میری قدر بڑھادی (یعنی میں اوسکا مقبول ہوں کہ مجھکو ایسی نعمتیں دیں) اور جب
اوسکو (دوسری طرح) آزمائے یعنی اوسکی روزی او سپر تنگ کر دیتا ہے تو وہ
(شکایت) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی (یعنی مجھکو اپنی نظر سے آج کل
گرا رکھا ہے کہ دنیوی نعمتیں کم ہو گئیں آگے اسپر رنج ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی
دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت محمد ولایت کی نہیں)

حدیث۔ جب تم کسی بری بات کو دیکھو
کہ تم اوسکو (بالید یا باللسان) متغیر نہیں
کر سکتے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہی

الحل یث۔ اذا رايت الامر
لا تستطيعون تغييره فاصبروا حتى
يكون الله هو الذي يعينه

رعداھب) عن ابی امامۃ (ض) (ف) فیہ رخصۃ للسکوت عن التکیب علی المنکر وقت الجھر وخوف الفتنة ووقوع محذور مع الکراہۃ بالقلب قلت وهو العذر لا کثر الصوفیۃ فی تخصیص تکیرھم فی اکثر الاحوال بمن فوض نفسه الیہم فان اکثر العامة یخاف منهم الفتنة فیتشوش بہا وقتلہم ولا یصفوا لہم علمہم وهو من موانع الطريق فیبعدون عنہ انفسہم۔

ہے اس لئے وہ اپنے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔

الحديث - اذا ارجف قلب المؤمن فی سبیل اللہ تحأت خطایا کہما یتحات عذق النخلة (طب جل) عن سلمان (ح) (ف) فیہ نص ان ما لا یدخل تحت الاختیار لا یذم وان کان ظاہرہ النقص وهو من مہمات مسائل الفن۔

اوسکو (کبھی) متغیر کر دے۔ ف اس میں رخصت ہے سکوت کرنے کی منکر پر نیکو کرنے سے جب اس سے عاجز ہو اور فتنہ کا خوف ہو اور کسی خرابی کا اندیشہ ہو مگر دل سے کراہت رکھے میں کہتا ہوں یہی عذر ہے اکثر صوفیہ کا کہ وہ اکثر احوال میں اپنے تکیر کو اون ہی لوگوں کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں جو اپنے کو اون کے سپرد کر دے کیونکہ اکثر عوام سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور فتنہ سے اون کا وقت مشوش ہو جاتا ہے اور عمل میں صفائی نہیں رہتی اور یہ (تشوش) وقت اور تکد (عمل) موانع طریق سے

عذر الصوفیۃ فی عادیہ من عدم التکی علی العامة

۴۹

حدیث۔ جب جہاد میں مومن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اوسکے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شلخ (خشک ہو کر) جھڑ جاتی ہے ف اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں اگرچہ ظاہر نقص ہو اور یہ فن کے نہایت ضروری

لا یذم ما لا اختیار فیہ

مسائل سے ہے (وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کانپنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہر نقص ہے لیکن اوسپر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے)۔

الحل پٹ۔ اذ ارددت علی السائل ثلاثاً فلم یذہب فلا بأس ان تزبرہ (قط) فی کتاب الافراد عن ابن عباس (طس) عن ابی ہریرۃ فی العزیزی قال الشیم حدیث حسن لغیرہ فی حاشیۃ الحنفی لتعدیہ الی مال یجمل لہ **ف** نص فی ان حسن الاخلاق لہ حد ولم یکلف العبد بتحل الاذی فوق الحد وهذا هو الوسط من الطريق فلا یفرط من التفعیل کدیدن المتکبرین ولا یفرط من الافعال کالتکلفین نعم لیستثنی من هذا تکلف المبتدین الذی یکون للمعالجۃ۔

حسن الاخلاق

۵۰

حدیث۔ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے (لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اسکو جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں **ف** حدیث صریح ہے اس مسئلہ میں کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اسکا مکلف نہیں کہ اس حدی آگے ایذا کا تحمل کرے اور یہی طریق وسط ہے پس (اخلاق کے باب میں نہ تفریط کرے جیسے متکبرین کا شیوہ ہی کہ ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے) اور نہ افراط (اور غلو) کرے جیسے اہل تکلف کی عادت ہے (کہ خواہ کچھ ہی گزر جاوے مگر ناگواری کے اظہار کو خلاف وضع درویشی سمجھتے ہیں) البتہ اس سے

بتدیروں کا تکلف مستثنیٰ ہے جو معالجہ کے لئے ہوتا ہے (کیونکہ وہ جب تک نفس کو بہت دور سے نہ روکیں اعتدال پر آئیں سکتا۔ سو یہ تکلف چونکہ مقدمہ ہے اعتدال کا اسلئے محمود ہے)

الحل پٹ۔ اذ رأیتم معاویۃ رفی الہامش هو معاویۃ بن التابوت نذران یقذر علی المتن الشریع) علی منبری فاقتلوه (للدیلمی) **ف** فیہ ما فی السابق علیہ

سابق

حدیث۔ جب تم معاویہ بن تابوت کو میرے منبر پر دیکھو (جس نے نذر کی تھی کہ میں منبر شریف پر گندگی کرونگا) تو اسکو قتل کردو **ف** اس میں بھی وہی مسئلہ ہے جو حدیث سابق میں تھا کیونکہ قتل ظاہر

فان القتل بظاہرہ یعید عن حسن الخلق لکن قتل من یستحق القتل اخل فی حد حسن الخلق لما فیہ من المصالح الدینیۃ **الحل** یث۔ اذا زار احدکم اخاه فجلس عنده فلا یقوم من حتی یتأذن (رض) عن ابن عمر (رض) ف هذا اللذب وحکمتہ ظاہرۃ من تطیب قلب المسلم وکذا یندب للمزوران یا ذن لعلین هذه الحکمة وامثال هذه الرعايات کالطبی للقوم وهو معنی ما اشتھر بالفارسیۃ آمدن بارادت ورفتن باجازات ولا یراد لزوم الاستیذان لانه لا دلیل علیہ شرھو مقید بعدم الحرج للکلیات الشرعیۃ۔

حسن خلق سے بعید ہے لیکن مستحق قتل کا قتل کرنا یہ حسن خلق کے حد میں داخل ہے کیونکہ اس میں دینی مصلح ہیں۔

حدیث۔ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملنے آوے اور اسکے پاس بیٹھ جاوے تو اسکو اٹھنا نہ چاہیے جب تک اس سے اجازت نہ لیے **ف** یہ حکم استحباب کے لئے ہے (کافی العزیزی) اور حکمت اس کی ظاہر ہے یعنی مسلمان کے دل کا خوش کرنا اور اسے بطرح جس کے ملنے کو کوئی آیا ہو اس کے لئے بھی مستحب ہے کہ اسکو اجازت دیدے بعینہ اسی حکمت کی وجہ سے اور اس قسم کی رعایتیں حضرات صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہیں اور یہی مطلب ہے اس قول کا جو فارسی میں مشہور ہے آمدن بارادت ورفتن باجازت اور اس سے یہ مراد نہیں کہ اذن لینا واجب ہے

کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر وہ استحباب بھی مفید ہے عدم حرج کے ساتھ کلیات شرعیہ کے سبب۔

الحل یث۔ اذا سبقت للعبد من الله تعالى منزلة لم یصلها بعلم ابتلاہ الله فی جسده وفي اہله وماله ثم صبر علی ذلک حتی

حدیث۔ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی (خاص) مرتبہ مقدر ہوتا ہے جسکو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا (یعنی اس درجہ کا کوئی عمل

حتى ينال المنزلة التي سبقت له
من الله عز وجل (تخرد) فی روایت
اسن د ستہ و ابن سعد (ع) عن
عبد بن خالد السلی عن ابی جہ
عن جدہ (رح) ف ویقاس علیہ
بأشترک العلة حالة القبض التي
تعتري السائلین و بعین هذا
النفع یسلون الطالبین فالحدیث
اصل لمسئلتهم هذه -

اوسکے اعمال میں نہ تھا) تو اللہ تعالیٰ اوسکو
اوسکے جسد اور اوسکے اہل اور اوس کے
مال میں کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے پھر وہ
اوسپر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اوس مرتبہ
کو حاصل کر لیتا ہے جو اوسکے لئے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے مقدر ہوا تھا ف اور اسی پر
علت کے اشتراک سے حالت قبض کو
قیاس کیا جاتا ہے جو سائلین کو پیش آتی
ہے اور وہ بعینہ اسی نفع سے طالبین کو

تسلی دیتے ہیں پس یہ حدیث اون کے اس مسئلہ کی اصل ہے -

الحلیث - اذا سمعتم بجهل زال
عن مكانه فصل قوا اذا سمعتم
برجل زال عن خلقه فلا تصدقوا
فانه يصير على ما جبل عليه (رحم)
عن ابی الدرداء فی الغریزی قال
الشیخ حدیث صحیحہ ف فیہ تصریح
بما قالت حکماء الاخلاق ان بالریاضة
لا تزول الاخلاق الجبلية واما
تفصل فتسهل مقاماتها وهذه
المقامات هو المقصود فی السلوك
لانه عمل اختیاری وهو المكلف
بخلاف الاخلاق فاما ملکات
غیر اختیاریة ولیست من التکلیف

۵۲

معنی اصلاح الاخلاق بالریاضة

حدیث - جب تم کسی پہاڑ کو سنو کہ
اپنی جگہ سے ٹل گیا تو تصدیق کر لو (جب
کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی
شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے
ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اسکا
مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ)
وہ پھر اوسی (حالت) پر آجا وگیا جس پر
پیدا کیا گیا ہے ف اس حدیث میں
اوسکی تصریح ہے جس کے حکماء اخلاق
قائل ہیں کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ
زائل نہیں ہوتے (جیسے بعض نادانف
اسکی کوشش کرتے ہیں) صرف اتنی بات
کہ مضمحل ہو جاتے ہیں جس سے اون کی

فی شئ ومن لم یثقل هذا الاصل
لم یخلص من التشویش ابدا فانه ربما
یری بعد المجاهدات الشاقة ان
الاخلاق ما زالت فیا ثس من حصول
المقصود -

مقاومت سہل ہو جاتی ہے اور سلوک میں
مقصود یہی مقاومت ہے کیونکہ یہ عمل اختیاری
ہے اور اس کا انسان مکلف ہے بخلاف
اخلاق کے کہ وہ ملکات غیر اختیاریہ ہیں
اور اس کا مکلف بہ ہونے سے کوئی علاقہ

نہیں اور جس شخص نے اس اصل کو مستحکم نہیں کیا اس کو تشویش سے کبھی نجات نہ ہوگی
کیونکہ وہ بعد مجاہدات شاقہ کے بھی بعض اوقات دیکھے گا کہ اخلاق در ذیلہ درجہ
تقاضا میں (زائل نہیں ہوئے پس وہ حصول مقصود سے ناامید ہو جائیگا۔

الحديث - اذا علمت سيئة
فاحذر عندها توبة السر بالسر
والعلانية بالعلانية (حم) في الزهد
عن عطاء مرسل (رض) في العزیزی
قال الشيخ لتقم المقابلة لانه قيد
في قبول التوبة اه قلت الحكمة
في الاول عندى اخفاء المعصية
وفي الثاني عدم وقوع الناس
في الغيبة واتقاء قسمة الاصل
وفيه علاج الاستنكاف عن
الاعتراف بجهل ورجوعه الى
الصواب وهو علاج معمول في القوم

حدیث۔ جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جاو
تو اس کے قریب ہی توبہ جدید کر۔ پوشیدہ
گناہ کے مقابلہ میں۔ پوشیدہ توبہ اور علانیہ
گناہ کے مقابلہ میں علانیہ توبہ عزیزی میں
ہے شیخ نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ تاکہ (توبہ
سے گناہ کا مقابلہ ہو جاوے نہ یہ کہ ایسا
کرنا قبول توبہ کی شرط ہے) بلکہ اگر علانیہ
گناہ سے خفیہ توبہ کر لی تب بھی مقبول ہے
میں کہتا ہوں کہ (حکمت مقابلہ کے علاوہ
جس کی رعایت صرف اولیٰ ہے کما فی
حاشیۃ الحنفی من قولہ لکن الاولیٰ المناہیۃ
اس میں اور یہی حکمت ہے کہ اس کی

رعایت ضروری ہے چنانچہ میرے نزدیک اول میں یہ حکمت ہے کہ اس میں اخفاء
ہے محصیت کا (جو کہ مامور یہ ہے) اور ثانی میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس کی غیبت میں
بتلا نہ ہوں (کیونکہ گناہ کی تو سب کو خبر ہے اور توبہ کی کسی کو خبر نہیں لامحالہ لوگ

غیبت کرینگے) اور یہ بھی حکمت ہے کہ اعلان میں (اصرار علی المعصیۃ) کی تہمت سے بچتا ہے اور نیز اپنے جہل کے اعتراف سے اور رجوع الی الحق سے جو عار ہوتی آسمیں اوسکا بھی علاج ہے اور یہ ایک ایسا اعلان ہے جو صوفیہ میں معمول ہے۔

حدیث۔ جب تم میں کسی کو غصہ آوے خاموش ہو جاوے۔

حدیث۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہو بیٹھ جاوے اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے۔

حدیث۔ جب کسی شخص کو غصہ آئے اور وہ آعود بائد کہ لے تو غصہ کو سکون ہو جاتا ہے۔ **ف** تینوں حدیثیں اس میں مشترک ہیں کہ ان سب میں علاج کی تسہیل ہے اور ایسی تسہیل مشائخ کے معمولات میں سے ہے گو یہ اون کے ذمہ لازم نہیں لازم تو صرف طریق تحصیل کی تعلیم ہے لیکن تسہیل کی تعلیم اونکا تبرع اور پہلی تدبیر کا حاصل جوش کا شکستہ کرنا ہے کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنے سے جوش بڑھ جاتا ہے اور دوسری تدبیر کا حاصل ہیئت حملہ سے بعد اختیار کرنا ہے اور تیسری تدبیر کا حاصل ازالہ ہے سبب کا اور وہ سبب

الحديث۔ اذا غضب احدکم

فلیسکت (رحم) عن ابن عباس (رح)

الحديث۔ اذا غضب احدکم

وهو قائم فلیجلس فان ذهب عنه

الغضب والا فلیضطجع (حمودہب)

عن ابی ذر (حم)

الحديث۔ اذا غضب الرجل

وقال اعود بالله سکن غضبه

(عد) عن ابی ہریرۃ (ض) فی الخبر

فی هذا الحديث ویؤخذ من کلام

المناوی انه حدیث حسن **غیر**

الاحادیث الثلاثة مشترکۃ

فی ان فیہا تسہیل العلاج وهو من

عادات المشائخ وان لم تکن لازمۃ

علیہم واما لازم تعلیو طریق التخصیص

فقط لکنہ تبرع منہم وحاصل

التدبیر الاول کسر سورت۔

فانہا تزاد بالنطق بالتجربۃ

وحاصل الثانی الابداع عن ہیئت

الوثوب والثالث ازالة السبب

تسہیل علاج الغضب

من اغواء الشیطان و ذکر اللہ ومن
تتمتہ هذا الذکر تذکرہ حکم اللہ تعالیٰ
و تذکرہ ان من انتصر لنفسه يتخلى
اللہ عنہ و هذا کلامہ اذا غضب
لعین اللہ -

اغواء ہے شیطان کا نیز تیسری تدبیر کا
ایک جزو) ذکر اللہ ہے (کیونکہ استعاذہ
ذکر بھی ہے) اور اسی ذکر اللہ کا تتمہ یہ بھی
ہے کہ حق تعالیٰ کے حکم کو یاد کرے کہ جو شخص
اپنے نفس کے لئے (خلاف شرع) بدالیتا
ہے اللہ تعالیٰ اوس سے بیزار ہو جاتا ہے اور یہ سب اوس وقت ہے جب غیر اللہ کیلئے غصہ
آوے (ورنہ وہ غصہ خود مطلوب ہے اوسکے علاج کی کیا ضرورت ہے البتہ حدود
میں رہنے کا اہتمام ضرور ہے)

الحلیث - اذا سئلت فلا تمنع
واذا اعطيت فلا تتباعد (للمحاکم
والطبرانی) والحقکم اللہ مزی
ف و هذا ان کا الخلق الا لزم للقوم
لا يمنعون ما يسألون على اختلاف
في شرائط حسب المصالح ولا يكتفون
ما يعطون ويعدون - شكر المعطى
الحقيقى والمعطى المجازى ويؤخذ
من قوله تعالى في الذم ويكتفون
ما آتاهم الله من فضله -

حدیث - جب تم سے مانگا جاوے تو
روکو مت (دیدو) اور جب تم کو کچھ دیا
جاوے تو چھپاؤ مت (ظاہر کردو) ف
یہ دونوں خصلتیں صوفیہ کے احکام
لازمہ کے مثل ہیں البتہ اوسکے شرائط میں
بنا بر مصلح عملاً کچھ اختلاف ہے (جس سے
دینے میں صورتہ تفاوت معلوم ہوتا ہے)
نیز ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے اوس کو
چھپاتے بھی نہیں (ظاہر کر دیتے ہیں)
اور اس ظاہر کر دینے کو شکر سمجھتے ہیں
معطی حقیقی کا بھی اور معطی مجازی کا بھی اور یہ (نہ چھپانا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہے جو (بخیلوں کی) مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ اوس چیز کو چھپاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ
نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے -

۱۵ وجہ التردد ان الرمز فی الكتاب کان طک و مہ لیس رمز مستقلاً فیمثل ان یکون الرمز طوک فاصلاً فی الکتاب
وان یکون حکم لیکرم فوق التصحیف فی حرف ح و کتب بصورة ط و اند اعلم ۱۱

الحديث - اذا قام احدكم من الليل فاستمع القرآن على لسانه فلم يدرك ما يقول فليضطجع (حجم دہ) عن ابی ہریرۃ (ص) **ف** فيه ادب الجاہدۃ ان یوخرها اذا ثقلت لان المشقتلیست مقصودۃ بذاتها وانما المقصود بالذات الاتیان بالحمل علی وجه الجاہدۃ مقاومة لموانع هذا المقصود فان اذا فات المقصود بالذات للمقصود بالغین وجب ترک المقصود بالغین وهذا هو طریق المحققین اما غایب المحققین فمنتهی نظر هو هو المشقة وان فات بها ما هو الا هم منها وهذا غلط عظیم۔

حدیث - جب کوئی تم میں شب کو نماز میں قرآن پڑھنے کھڑا ہو اور قرآن مجید اسکی زبان پر ثقیل ہونے لگے (یعنی نیند کے غلبہ سے زبان لڑکھڑانے لگے) اور اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو اسکو چاہیے کہ لیٹ جائے تاکہ کچھ سو جانے سے طبیعت ہلکی ہو جاوے پھر اوٹھکر پڑھنے لگے **ف** اس میں ادب ہے مجاہدہ کا کہ جب اس میں گرانی ہونے لگے اسکو مؤخر کرنے کیونکہ مشقت خود مقصود بالذات نہیں ہے اصل مقصود بالذات عمل کا ادا کرنا اس کے طریقہ پر اور مجاہدہ اس مقصود کے موانع کا مقابلہ کرنا ہے پس جب مقصود بالغیر کے سبب خود مقصود بالذات فوت ہونے

لگے تو اس مقصود بالغیر کا ترک واجب ہوگا اور محققین کا یہی طریق ہے رہے غیر محققین سو اونکا منتہی نظر صرف مشقت ہے اگرچہ اس کے سبب ایسی چیز فوت ہو جائے جو اس سے اہم ہے اور یہ بڑی غلطی ہے۔

الحديث - اذا قام احدكم الى الصلوة فليسكن اطرافه ولا يتيل كما تتميل اليهود فان تسكين الاطراف في الصلوة من تمام الصلوة الحكيمة (عد حل) عن ابی بکر (رض) **ف** دل علی ان تسکین الجوارح مطلوب

حدیث - جب کوئی تم میں نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے جوارح کو ساکن رکھے اور ادھر ادھر مائل نہ ہو جیسا یہود مائل ہوتے ہیں اس لئے کہ جوارح کا ساکن رکھنا نماز کا متمم ہے **ف** حدیث اس پر دال ہے کہ جوارح کو ساکن رکھنا بھی مطلوب ہے۔

کستلین القلب وهو حقيقة الخشوع
وَمَا انْ شَرَّكَ الْاَطْرَافُ بِالْاَرْتَعَاشِ
مِنْ غَيْرِ تَحْرِيكِ لَا يَنَافِي الْخَشُوعَ وَسَمِعَ
اِنْ الْخَشُوعَ مَا مَوْرَبَهُ وَلَا يَكُونُ
الْمَا مَوْرَبَهُ اِلَّا مَا يَدْخُلُ تَحْتَ
الْاِخْتِيَارِ وَالتَّحْرِيكِ دَاخِلُ تَحْتَ
الْاِخْتِيَارِ وَلَيْسَ التَّحْرِيكِ دَاخِلًا
تَحْتَ الْاِخْتِيَارِ -

جیسے قلب کو ساکن رکھنا اور یہی حقیقت
ہے خشوع کی اور جس طرح جو اسرح کی
حرکت رعشہ سے بدون حرکت دینے کے
خشوع کے منافی نہیں اس طرح قلب کی
حرکت بدون حرکت دینے کے خشوع کے
منافی نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ خشوع
مأمورہ ہو اور مأمورہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو اختیار کے
تحت میں ہو اور حرکت دینا تو اختیار کے تحت
میں ہو اور حرکت ہونا اختیار کے تحت میں نہیں اور تحریک کے اختیاری ہونے سے عدم تحریک کا اختیاری ہونا بھی
لازم ہے پس خشوع یہی ہوگا۔

الحديث - اذا قام احدكم في الصلوة
فلا يغمض عينيه (طب حد) عن ابن
عباس (رض) **ف** دل على ان المقصود
في الطريق تكميل العمل على فوق السنة
لا الاحوال من دفع الخطرات وغیرها
فان تغميض العينين مما له دخل
خاص في دفع الخطرات ومع ذلك
نهي عنه وهذا مما لم يختلف فيه اثنان
من من اهل التحقيق -
الحديث - اذا قصر العبد في العمل
ابتلاه الله تعالى بالهم (رحم) في الزهد
عن الحكمير سلا (رحم) في العزيزي
عن المنادى ليكون ما يقاسب من جابل

حدیث - جب تم میں کوئی شخص نماز میں
کھڑا ہو تو اپنی آنکھیں بند نہ کرے **ف**
یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مقصود
اس طریق میں عمل کی تکمیل ہے سنت
کے موافق - نہ کہ احوال جیسے دفع خطرات
وغیرہ اسلئے کہ آنکھیں بند کرنے کو خاص
دخل ہے دفع خطرات میں اور باوجود اس
اس سے مانعت کی گئی ہے اور اس میں
دو شخص بھی تحقیق میں سے اختلاف نہیں کرتے
حدیث - جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا
ہے اللہ تعالیٰ اس کو فکر میں مبتلا کرتے
ہیں عزیز بنی نے منادی سے نقل کیا ہے
کہ (یہ اسلئے ہوتا ہے) تاکہ جو مصیبت

لتقصیر مکفر التہا ونہاہ وبمعناہ
فی حرف الکاف بعد اذا ما مضی اذ اکثر
ذنوب العبد فلم یکن لہ من العمل
ما یکفر ہا ابتلاہ اللہ تعالیٰ بالحرز
لیکفر ہا عنہ (رحم) عن عائشۃ
(رح) ف دل الحدیثان علی کون
الہم والحزن ویدخل فیہ
القبض نعمتہ عظیمہ حیث یکفر
بہما الذنوب ومن فترتہ القوم لا
یضیقون بالبلا یا فانہم یشاہدون
حکمتہا فتسہل علیہم۔

۵۸

جھیل رہا ہے اس سے اسکی تقصیر کا تذکرہ
ہو جاوے اور اسکی سستی کا کفارہ ہو جاوے
اور اسی مضمون کی ایک حدیث یہ ہے
کہ جب بندہ کے گناہوں کی کثرت ہو جاتی
ہے اور اس کے پاس ایسا کوئی عمل ہوتا نہیں
جس سے اون گناہوں کا کفارہ ہو جاوے
تو اللہ تعالیٰ اوس شخص کو کسی رنج میں
بتلا کر دیتا ہے تاکہ اوس رنج سے اوس
گناہ کا کفارہ ہو جاوے ف دونوں
حدیثیں فکر اور رنج کے جس میں قبض بھی
داخل ہے نعمت عظیمہ ہونے پر دال ہیں

کہ اون دونوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اسی مقام سے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ
بلاؤں سے تنگ نہیں ہوتے کیونکہ وہ اسکی حکمت کا مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے وہ بلا
اون پر سہل ہو جاتی ہے۔

الحلیث - اذا قعد احدکم الی
اخیه فلیسالہ تفقہا ولا یسالہ
تعنتا (فر) عن علی (رض) فیہ
ادب السؤال واذا لم یکن
السؤال بمذہب المشابہ
لا یكون سؤالا فلا یجب الجواب عنہ
وعلی جماعۃ الصوفیہ حقہ حیث
لا یجیبون السائل المتعنت بخلاف
اہل القشر فانہم یجانون النسبۃ

حدیث - جب کوئی شخص تم میں سے
اپنے (مسلمان) بھائی کے پاس (مسائل)
وغیرہ پوچھنے کے لئے بیٹھو تو اسکو چاہیئے
کہ سمجھنے کے لئے پوچھے (یعنی استفادہ
و تحقیق مقصود ہو امتحان اور اظہار عجز اور
خجل کرنا مقصود نہ ہو کہ یہ حرام ہے کذا
فی العریزی) ف اس میں سوال کا
ادب (بتلایا گیا) ہے اور جب سوال
اس طریقہ کا نہ ہو گا تو وہ سوال ہی نہیں

عادیۃ الصوفیہ من السکوت سوال العتق

الى الجمل فيجبون وليضيع وقتهم
ولو تأملنا في قواعد الشرع لسأغ لنا
القول بحرمته هذا الجواب فان التعت
حرام والجواب للمعتن اعانة على الحرام

اوسکا جواب دینا بھی ضروری نہ ہوگا اور
جماعتہ صوفیہ اسی (معمول) پر ہیں کہ سائل
متعت کو جواب نہیں دیتے بخلاف ظاہر
پرستوں کے کہ وہ (سکوت کرتے ہوئے)
اس سے ڈرتے ہیں کہ ہم جہل کی طرف منسوب نہ کئے جائیں اسلئے جواب دیتے ہیں اور
اونکا وقت ضائع ہوتا ہے اور اگر ہم قواعد شرع میں غور کریں تو ہم کو اس جواب کے
حرام کہنے کی گنجائش ہے کیونکہ تعنت حرام ہے اور متعت کو جواب دینا اس حرام کی
اعانت ہے (اور اعانت حرام کی حرام ہوتی ہے)

الحلیث - اذا قمت في صلاة
فصل صلاة مودع ولا تكلو بکلام
تعتذ ومنه واجمع الایاس مما في
ایدی الناس (رحمہ) عن ابی ایوب
(رحمہ) ف فيه ثلثة امور الامر
الاول طریق احسان الصلوة بمراقبة
تودیع الدنيا وكون هذه الصلوة
آخر صلاة والامر الثاني الاحتیاط
في الكلام والتأمل قبله في كونه
بحیث لا يضطر الى الاعتذار منه
في الدنيا او في الآخرة والامر الثالث
تعلیم الزهد و بیان حقیقتہ من العزم
على قطع الامل مما في ایدی الخلق
من متاع الدنيا فان من فعل ذلك
استراح قلبه فان الزهد يريح القلب

حدیث - جب تم نماز میں کھڑے ہو تو
ایسے شخص کی سی نماز پڑھو جو (دنیا کو)
رخصت کر رہا ہے (اور جس کو پھر نماز میسر
نہ ہوگی گو یا یہ اخیر نماز ہے) اور ایسا کلام
مت کر جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے
اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ (بال متاع)
ہے اوس سے ناامیدی کو دل میں جما لو
ف اس میں ہیں امر مذکور ہیں اول
نماز کے کامل کرنے کا طریقہ اس مراقبہ سے
کہ ہم دنیا کو رخصت کر رہے ہیں اور (اسلئے)
یہ نماز آخری نماز ہے (پھر شاید نصیب نہ ہو)
اور امر ثانی کلام میں احتیاط کرنا اور کلام
سے پہلے اوسکو سوچ لینا کہ ایسا کلام ہو
جس سے معذرت کرنا نہ پڑے خواہ دنیا
میں یا آخرت میں اور امر ثالث نہد کی تعلیم ہے

والبدن وھذہ کلھا من افعال الصوفیۃ
الصافیۃ۔

اور زہد کی حقیقت کا بیان ہے وہ حقیقت
یہ ہے کہ اسپر عدم کرے کہ مخلوق کے ہاتھ
میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب امید قطع کر دے سو جو شخص ایسا کر لیا اور اس کا قلب راحت
میں رہ گیا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے اور یہ سب امور صوفیہ
صافیہ کے اعمال میں سے ہیں۔

الحلیث۔ اذا کان اخر الزمان
واختلف الالهواء فعلم بدین اهل
البادیۃ والنساء (حب فی الضعفاء
فر) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کیف
ای ظہرت البدع والعقائد الفاسدۃ
وکثرت مطالعة کتب الفلاسفۃ فالزموا
اعتقاد اهل البادیۃ والنساء المقلدین
لان ایما نهم صحیح ولا تطالعوا تلك
الکتب لئلا تضلوا وقال العریزی
عن العلقمی ای الزموا اعتقادهم
ما یعتقدون من کون الباری الہما
واحدا لا شریک له وعن المناوی
ای الزموا اعتقادهم من تلقی اصل
الایمان وظاہر الاعتقاد بطریق
التقلید والاشتغال بفعل الحب وال
ف۔ دل علی ما علیہ القوم من اصل
الاهتمام بالاعمال والاكتفاء علی الضروری
من العلم وعدم الخوض فی الزوائد منہ

ع
۶۰

درجۃ فی العفت

حدیث۔ جب آخری زمانہ ہوا اور خیالات
فاسدہ مختلف ہونے لگیں تو تم دیہاتیوں
اور عورتوں کا طریقہ دینیہ اختیار کرنا چھٹی
نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب بدعات
اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوں اور فلاسفہ کی
کتابوں کا مطالعہ کثرت سے ہونے لگے تو
تم دیہاتیوں اور عورتوں کے جو کہ مقلد محض
ہوتے ہیں اعتقاد کو اختیار کرنا اور ان
کتابوں کا مطالعہ مت کرنا تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ
عریزی نے علقمی سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں
اور عورتوں کے اعتقاد کو اختیار کرنا کہ وہ
باری تعالیٰ کو واحد لا شریک لہ اعتقاد کرتے
ہیں (اور اس میں تدقیق نہیں کرتے)
اور مناوی نے نقل کیا ہے کہ ان کے اعتقاد
کو اختیار کرو کہ اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد
کو بطریق تقلید قبول کرتے ہیں اور نیکی
کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں **ف**
یہ حدیث اسی طریق پر دلالت کرتی ہے

ولیس آخر الزمان قید المحکوم فان المحکوم دائماً و انما ذکرہ لعدم وقوع ضرورۃ هذا الاهتمام فی خبر القرون۔

جس پر صوفیہ قائم ہیں کہ اصلی اہتمام اعمال کا کرتے ہیں اور علوم میں سے قدر ضروری پر اکتفا کرتے ہیں (خواہ علی العین ضروری ہو

خواہ علی الکفایہ) اور زوائد علوم میں غرض نہیں کرتے اور آخری زمانہ یہ اس حکم کی قید نہیں کیونکہ یہ حکم دائم ہے صرف اسلئے اسکا ذکر کیا ہے کہ خیر القرون میں اسکے اہتمام کی ضرورت واقع نہ ہوئی تھی۔ (اوسوقت سب ایسے ہی تھے)

الحديث - اذا كان في آخر الزمان لا بد للناس فيها من الدار وهو الدائر يقيم الرجل بدار دينه و دنياه (طب) عن المقدام (رض) ف ومن شو ترى بعض اهل الطريق يدخرون قدر الضرورة من المال حذرا عن التشویش والطبائع مختلف في التشویش بعدم المال وعدمه واعظم معين على المقصود اجتماع الخواطر وهويتفاوت باختلاف الطبائع فمنهم من يجتمع همهم بوجود المال ومنهم من ينتشر همهم به وللعيال وفقد هو ايضا مدخل فيه وبجمع بين النصوص المرححة للفقر اورعاية الغنى كحديث الشيخين من قوله عليه السلام خير الصدقات ما كان عن ظهر غنى وكحديث ابى داود من قوله عليه السلام جهد المقل لمن سألہ

حديث - جب آخر زمان ہوگا یعنی خیر القرون کے بعد) اوسوقت لوگوں کے لئے درابم دونائیر ضروری ہو جائیں گے جس سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو قائم رکھ سکے گا (مخلاف خیر القرون کے کہ اکثر طبائع میں توکل کی قوت تھی اور عام طبائع میں اہل توکل کی خدمت کا اہتمام تھا اسلئے ذخیرہ رکھنے کی حاجت نہ تھی) ف اور اسی جگہ سے تم بعض اہل طریق کو دیکھتے ہو کہ ضرورت کی قدر مال جمع رکھتے ہیں تاکہ تشویش سے بچے رہیں اور طبائع آہیں مختلف ہیں بعض کو مال کے نہ ہونے سے تشویش ہوتی ہے اور بعض نہیں ہوتی اور مقصود (طریق) پر بڑی معین چیز جمعیت خاطر ہے اور یہ طبائع کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے بعض ایسے ہیں جنکے خیالات مال کے ہونی سے

اختلاف سبب القوم بین انفعالی الفقر والمال

عدم الغلو فی الجاہدہ

الحديث - اذا نكس احدكم وهو يصلي فليقل قد حثني يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لا يدري لعله يذهب يستغفر فيسب نفسه رمالك ف قد حثني عن عائشة ف قد حثني على ما دل عليه الحديث المارقي بيا اوله اذا قام احدكم من الليل من التعديل في المجاهدة -

حديث - جب تم میں کوئی شخص اونگھنے لگے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو اسکو چاہیے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند جاتی رہے کیونکہ جب کوئی اونگھنے میں نماز پڑھے گا اسکو کیا خبر شاید ارادہ کرے استغفار کا پھر اپنے کو کو سنے لگے (مثلاً اللهم اغفر لي کہنا چاہا اور غلبہ نواس سے اللهم اغفر لي کہنے لگا یعنی بجائے غین معجزہ کے عین مہمل نخل جائے

جس کے معنی ہیں کہ مجھ کو خاک میں ملا دے) **ف** یہ حدیث بھی اسی مضمون پر دال ہے جس پر وہ حدیث دال ہے جو قریب ہی گزری ہے جسکا شروع یہ ہے اذا قام احدكم من الليل اور وہ مضمون تعیل فی المجاہدہ ہے۔

الحديث - اذكر الله ذكر يقول المنافقون انكم تراءون (طب) عن ابن عباس (رض) **الحديث** ج اذكر الله ذكر اخا ملا قيل وما الذكر الخامل قال الذكر الخفي (ابن المبارك في الزهد) عن حمزة بن حبيب مرسل (رض) في العزیزی یوخذ من كلام المناوی انه حديث حسن لغیرہ **ف** یوخذ من المجموع ما علیہ الصوفیۃ ان کلاما موبما هو الاصلح الا نفع له وقد جرب ان فی ابتداء السلوک الذکر الجمہر ہے انہ لکونہ انشط علی العبادۃ و فی غیر ابتداء

حديث - اسد تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو کہ منافقین (یعنی بدین معترضین) یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ دوسری حدیث اسد تعالیٰ کا ذکر گمنام طور پر کرو عرض کیا گیا کہ گمنام طور پر ذکر سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ ذکر خفی **ف** مجموع حدیثیں سے وہی امر ماخوذ ہوتا ہے جسپر صوفیہ ہیں کہ ہر شخص کو وہی حکم ہے جو اس کے لئے انفع واصل ہو رہیں بعض کے لئے جہر نافع ہے بعض کو خفی) اور تجربہ ہوا ہے کہ ابتداء سلوک میں تو جہر زیادہ نافع ہوتا ہے کیونکہ اس سے عبادت میں نشاط پیدا ہوتا ہے

۶۴

اختلاف احوال الذکر باختلاف احوال الذکرین

الذکر الخفی افضل لسلامت من غوریاء
ودل الاول ایضاً علی ان خوف الرعی
بالریاء لیس عذراً فی ترک الذکر
اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے رہا اسے حضرت مرثد علیہ
الرحمۃ بکثرت یہ ارشاد فرماتے تھے۔

الحل پٹ - استکثار من الناس
من دعاء الخیالک فان العبد لا یدری
علی لسان من یستجاب له او یرحم
رخط فی روایت مالک عن ابی ہریرۃ
رض) **ف** اکثر من یعمل بہ الصوفیۃ
فانہم یطلبون الدعاء من کل مسلمہ
الحل پٹ ج استکثار وامن الفخوان
فان لكل مو من شفاعۃ یوم القیامۃ
ابن الجار فی تاریخہ عن انس رض)
ف هذا هو المصلحتہ فی مادۃ بعض
المشاخ من التوسع فی قبول البیعۃ
کما کان علیہ شیخی رحم وکان یصرح
بهذا الرجاء ومنہم من یضیق فیہ
غیرۃ فی الدین وامتحاناً للطلابین
ولکل وجہ ہو مولیہا۔

(جس کی ابتدا میں زیادہ حاجت ہے اور
غیر ابتدا میں خفی زیادہ افضل ہے کیونکہ
اس میں ریاء کا خطرہ نہیں اور پہلی حدیث
اس پر بھی دال ہے کہ محض خوف ریاء سے ذکر ترک نہ کرے رہا اسے حضرت مرثد علیہ

حدیث - لوگوں سے دعائے خیر کثرت
سے طلب کیا کرو کیونکہ بندہ کو معلوم نہیں
کس کی زبان پر اس کے لئے دعا قبول
ہو جاوے یا اسپر رحمت ہو جاوے
سب سے زیادہ اسپر صوفیہ عمل کرتے ہیں کیونکہ
وہ ہر مسلمان سے دعا طلب کرتے ہیں۔

حدیث - بہت سے بھائی بنا لیں کیونکہ ہر
مومن کے لئے قیامت کے روز ایک شفاعت
ہوگی (شاید وہ شفاعت تمہارے ہی حق
میں ہو جاوے) (اور وہ تعارف سے ہوگی)
ف اور یہی مصلحت ہے بعض مشائخ
کے اس معمول میں کہ وہ قبول بیعت میں
توسع کرتے ہیں جیسا کہ میرے حضرت
شیخ ج کا یہی معمول تھا اور اسی امید
(مذکور) کی تصریح فرمایا کرتے تھے اور بعض
مشائخ اس میں تنگی فرماتے ہیں غیرت فی الدین اور امتحان طالبین کے لئے اور ہر ایک
کی ایک سمت توجہ ہے کہ وہ اس کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔

حدیث - مسلمان ہو جا اگرچہ بے غریبی

الحل پٹ - اسلم وان کنت کا (ہا ج م)

والضیاء عن انس (صحیح) قال الحنفی
خاطب به النبی صلی اللہ علیہ وسلم
رجلاً کادھا للسلام باقرارہ لہ صلی اللہ
علیہ وسلم قوله کادھا ای فی ذلک الوقت
فببرکة الشہادۃ یحصل الاشتہار بعد
ف ومن ثم تری المحققین من اهل
الطریق لا یضیقون الامر علی المبتدین
ویقبلون منهم کل عمل خیر وان لم یصف
عن الکدورة ثم اذا اعتادوا استقام
وکان کما ینبغی -

حنفی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ یہ
خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص
سے فرمایا تھا جسکو اسلام سے یعنی اس سے
کہ آپ کی نبوت کا اقرار کرے کراہت تھی
تو اس وقت تو کراہت تھی مگر شہادت کی
برکت سے بعد میں الشرح بھی حاصل
ہو جاوے گا۔ اس مقام سے تم اہل
طریق کے محققین کو دیکھتے ہو کہ وہ مبتدیوں
پر سخت گیری نہیں کرتے اور ان سے
ہر عمل خیر کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ عمل

کدورت سے صاف نہ ہو (یعنی اس میں خلوص نہ ہو) پھر جب ان مبتدیوں کو اُسکی
عادت ہو جاتی ہے تو وہ عمل ٹھیک ہو جاتا ہے اور جیسا ہوتا چاہیے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے
الحلیث - اعظم الناس هما
المومن یمت بامر دنیا لا و امر اخرتہ -
عن انس (رض) ف دل علی فضل
الصلو اذا کان عن ضرورۃ ولو بال دنیا
فہو احدی طریق الوصول الی اللہ کما
ان الفراغ عن الهموم احدی طرق
ومن ثم تری المحققین من اهل
الطریق لا یرحمون الفارغ علی المشغول
للضرورۃ بل قد یفوق المشغول علی
الفارغ لکونہ اشد مجاہدۃ -

کو مشغول (بالتعلقات) پر جب یہ شغل ضرورت سے ہو ترجیح نہیں دیتے بلکہ کبھی مشغول کو

فایغ پر فروقت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ مجاہدہ میں اشد ہے (کہ باوجود افکار دنیوی کے کہ بعض اوقات وہ مانع ہو جاتے ہیں دین کا اہتمام کرتا ہے)

الحديث - اعظم العیادة اجرا خفها والتعزية مرة (البیہقی) وفي الجامع الصغیر بروایة البزار عن علی واقصر علی الجزاء الاول فقط ورد العزیز علی من رواها بالموحدة بدلیل تعقبہ فی روایة بقوله والتعزية مرة **ف** دل الحدیث بجزئیہ علی رعایة السهولة فی المعاشرات فان تطویل القعود عند المریض قد یثقل علیہ - وكذا تکرار التعزية تذکیر للحزن والمطلوب السهولة ولذلك شرعت التعزية التي حقیقتها التسلية لیخف اثر الحزن فتذکیرہ مرة بعد مرة هدم لموضوعها وامثال هذه الرعاية کالامور الطبعیة للقوم کما هو مشاهد -

الحديث - اعزاه الله یعزک الله (للدیلمی) **ف** المراد بالامر الدین وقد یلتبس هذا الاعزاة بالکبر علی بعض من لا یتامل فینکر علی اهل الله فی بعض معاملاتهم -

پس وہ لوگ اہل اللہ پر انکے بعض معاملات میں نکیر (واعتراض) کرنے لگتے ہیں -

حدیث - سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو اور تعزیت ایک بار ہونا چاہیے **ف** یہ حدیث اپنے دونوں جزوؤں سے معاشرت میں سہولت کی رعایت پر وال ہے کیونکہ مریض کے پاس دیر تک بیٹھنا بعض اوقات اوسپر ثقیل ہوتا ہے اور اسی طرح تعزیت کا بار بار کرنا غم کا یاد دلانا ہے اور مطلوب (شرع میں) غم کا دل سے اتارنا ہی اور اسی مصلحت کے لئے تعزیت مشروع ہوئی ہے جس کی حقیقت (لغویہ و شرعیہ) ازالہ غم ہے تاکہ حزن کا اثر خفیف ہو جاوے پس اوسکا بار بار یاد دلانا اوسکے موضوع کو منہدم کرنا ہے اور ایسی رعایتیں حضرات صوفیہ کے مثل امور طبعیہ کے ہیں جیسا مشاہد کیا جاتا ہے -

حدیث - دین کی عزت کر یعنی ایسا کوئی کام مت کرو جس سے دین کی سبکی ہو اللہ تعالیٰ تجھ کو عزت دیگا **ف** کبھی یہ عزت دین بعض ایسے لوگوں کی نظر میں جو تامل سے کام نہیں لیتے کبر سے ملتبس ہو جاتا ہے پس وہ لوگ اہل اللہ پر انکے بعض معاملات میں نکیر (واعتراض) کرنے لگتے ہیں -

رعایة السهولة فی المعاشرات

عدم اشتراط قطع الاسباب للتوکل

بہت حدیث اعدی عدولک

التوسط بین الخلف والتوکل

التزین الضروری وحکمہ

الحديث - اعقلها وتوکل (للتوفى)
ف دل علی ان التوکل لا يتوقف علی
 قطع الاسباب وانما یجوز فی بعض
 الاحوال لبعض الاشخاص ولتفصیلہ
 مقام آخر۔

الحديث - اعدی عدولک نفسک
 التی بین جنبیل (للبیہقی) **ف**
 مشہور بین الصوفیہ و هذا
 هو المقصود من ایرادہ لئلا
 یظن ان لیس لہ اصل۔

الحديث - اغسلوا یدیکم ثم
 اشر بوا فیہا فلیس من اناء طیب
 من البیدرة (ہب) عن ابن عمر
 (رض) **ف** دل علی ترک التکلف
 لکن مع النظافۃ فان الشرب من
 الایدی ترک للتکلف وغسلہا
 تحصیل للنظافۃ وهذا هو الوسط
 بین طریقی التکلف والتدنی
 المذمین۔

الحديث ج اغسلوا ثیابکم وخذوا
 من شعورکم واستاکو وتزینوا ونظفوا
 فان بنی اسرائیل لم یکونوا یفعلون
 ذلک فزنت نساءہم ابن عساکر

حدیث - اونٹنی کو باندھ دے اور (بچہ)
 توکل کر **ف** یہ حدیث اسپردال ہے کہ
 توکل قطع اسباب پر موقوف نہیں البتہ بعض
 احوال میں بعض اشخاص کے قطع اسباب بھی
 محمود ہے اور اسکی تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے
حدیث - تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا
 نفس ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان
 میں ہے **ف** یہ حدیث صوفیہ میں مشہور
 ہے اور یہاں اسکے وارد کرنے سے یہی مقصود
 ہے تاکہ اسکو بے اصل نہ سمجھا جاوے۔

حدیث - اپنے ہاتھوں کو دھو کر نہیں
 پانی پیاکرو اسلئے کہ کوئی برتن ہاتھ سے
 زیادہ پاکیزہ نہیں ہے **ف** یہ حدیث
 ترک تکلف پردال ہے لیکن مع نظافت
 کے اس لئے کہ ہاتھ میں لیکر پانی
 پینا ترک تکلف ہے اور اونکا دھونا
 تحصیل ہے نظافت کی اور یہی اعتدال
 ہے درمیان دو طرفوں کے ایک تکلف
 دوسرا میل کچیل ہونا جو کہ دونوں مذموم ہیں۔

حدیث - اپنے کپڑے دھو لیا کرو اور
 اپنے بال لے لیا کرو اور صفائی رکھا کرو
 کیونکہ اکثر بنی اسرائیل ایسا نہ کرتے تھے
 بلکہ میلے کچیلے رہتے تھے۔ شاید اس کو

یشتغل بالذماء صورة لا تشتغل بالذکر
 لا ینکر علیہ بترک الذماء فان الذکر ایضاً
 دعاء حقیقۃ وان لو یسود دعاء فی العرف
 اون پر نیکیر نہ کی جاویگی کیونکہ ذکر بھی (جس میں وہ مشغول ہیں) دعاء ہی ہے حقیقۃً (چنانچہ
 الحمد للہ کہ وہ عافر مایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا
 سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

الحلیث - افضل الناس مومن
 بین کریمین (طب) عن کعب بن مالک
 (رض) ف هو اصل لما علیہ القوم من
 الزیادة فی اکرام اولاد الصلحاء کما هو
 مشاهد منهم فان الحدیث رجم اولاد
 الکمام علی سائر العوام -

الحلیث - افضل امتی الذین
 یعملون بالرخص (ابن لال) عن عمر
 (رض) ف لیس المراد ان الرخص افضل
 من العزائیر وانما هذه الفضیلة لاحدی
 العوارض فنہا العجب بالعمل بالعزائیر
 وهذا موکول الی راسی الشیخ لا الی
 راسی المرید ومنها تسویل النفس
 ترکھا لادم المشتقة فیہا ومنها الشاک
 فی دلیلہا نبی علی الاخیرین الحنفی و هذا
 کلہ فیما یجوز العمل فیہ بالعزیمۃ و اما

کہ بعض بزرگ جو ظاہر اوعاد میں مشغول نہیں
 ہوتے اسوجہ سے کہ وہ (زیادہ تر) ذکر میں
 مشغول رہتے ہیں اس ترک دعاء سے
 (جس میں وہ مشغول ہیں) دعاء ہی ہے حقیقۃً (چنانچہ
 الحمد للہ کہ وہ عافر مایا گیا ہے) گو عرف میں اسکو دعا نہیں کہا جاتا (مگر جو اصل مقصود ہے دعا
 سے یعنی توجہ الی اللہ وہ ذکر میں حاصل ہے)

حدیث - سب لوگوں سے افضل وہ مومن
 ہے جو دو کرمیوں کے درمیان ہو (یعنی اولاد کے
 ماں باپ متقی ہوں لان اکرم ہو التقرۃ
 وقال تعالیٰ ان اکرم عند اللہ التقاکم) ف
 یہ حدیث صوفیہ کے اس معمول کی اصل ہے
 کہ وہ بزرگوں کی اولاد کی زیادہ تعظیم کرتے
 ہیں جیسا مشاہدہ ہے کیونکہ حدیث بزرگوں کی اولاد کو دوسرے عوام پر ترجیح دیتی ہے -

حدیث - میری امت میں افضل وہ لوگ
 ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں ف
 اسکا یہ مطلب نہیں کہ رخصت عزیمت ہے
 افضل ہے یہ فضیلت رخصت کی صرف کسی
 عارض کی وجہ سے ہے ایک عارض یہ ہے
 کہ عزائم پر عمل کرنے سے عجب پیدا ہو جائے
 اور یہ شیخ کی رائے پر ہے مرید کی رائے پر
 نہیں اور ایک عارض یہ ہے کہ نفس اس کے
 ترک کو اس لئے ترجیح دے کہ اس میں
 مشقت نہیں (اور نفس یہ کہے کہ اجر ہوتا ہے

اصل اکرام اولاد الصلحاء

۷۰

فیما یجوز العمل فیہ بالعزیمۃ و اما

فَالَا يَجُوزُ فِيهَا بِالْعَزِيمَةِ فَإِنَّ الْعَزِيمَةَ
هَذَا كَلِمَةٌ هِيَ الرِّخْصَةُ وَهَذَا كَلِمَةٌ هِيَ جَارِسَةُ
الْقَوْمِ عَلَمًا وَعَمَلًا -

مشقت سے تو اس میں ثواب کم ملیگا جیسے
باوجود تیمم جائز ہونے کے وضو کی مشقت اٹھاتا
کہ تیمم کا ثواب کم ہو حالانکہ جس محل میں وہ

مشموع ہے اس کا ثواب بھی وضو سے کم نہیں) اور ایک یہ ہے کہ اس کی دلیل میں شک
ہے جیسے اہل بدعت کو مسح خفین میں کلام ہے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے معارض ہے اس لئے
اوسکی دلیل مرجوح ہے حالانکہ اوس کی دلیل بھی قطعی ہے اور تخصص ہے قرآن کی اخیر
کے دو عارض پر خفنی متنبہ کیا ہے اور یہ سب اوس صورت میں ہے جہاں عزیمت پر بھی
عمل جائز ہے باقی جس میں عزیمت پر عمل جائز نہیں وہاں تو یہی عزیمت ہے کہ رخصت پر
عمل کیا جاوے (جیسے خفیہ کے نزدیک قصر) اور یہ سب صوفیہ کی مزادلت میں ہے علما
بھی عملاً بھی۔

الحديث ج افضلکم الذین اذا اذنا
ذکر اللہ تعالیٰ لرؤیتہم (یحکم) عن انس
(ض) فی حاشیۃ الحنفی اذا را
بالبصر والبصیرۃ اہ فعمز یا رقوم ذکرہم
وهذا احد علامات الولاية حیث یغلب
على القلب ذکر اللہ والتوجہ الیہ بنیانہم
و ذکرہم۔

حدیث۔ تم میں سے سب سے افضل وہ لوگ
ہیں کہ جب اُنکو دیکھا جاوے تو اُنہ یاد
آ جاوے اُن کے دیکھنے سے ف حاشیہ
حنفی میں ہے کہ یہ دیکھنا خواہ بصر سے ہو
(جسکو دیکھنا کہتے ہیں) خواہ بصیرت سے ہو
(جسکو خیال کہتے ہیں) اہ پس یہ حدیث
عام ہوئی اُنکے دیکھنے کو اور اُنکے تذکرہ کو

(کیونکہ تذکرہ سے انکا خیال آجاتا ہے) اور یہ علامات ولایت میں سے ایک علامت ہے کہ
اُنکے زیارت اور اُنکے تذکرہ سے حق تعالیٰ کی یاد اور اُس کی طرف توجہ کا قلب پر
غلبہ ہو جاتا ہے۔

حدیث۔ دین (کے اجزاء) میں سب سے
افضل ورع (یعنی معاصی سے بچنا) ہے

الحديث۔ افضل الدین الورع
(الضیاء) ابن ضریس (ف ومن ثم

ع وجہ التزودان المكتوب فی النسخۃ من ولیس من الرموز فہو اما الضیاء اور من ضریس ۱۲

ذکر السیرۃ فی علامات ولایت

الخصیۃ الورع

تری العارفین یعتنون بہ اشد اعتناء
اکثر من تکتبیر الاعمال والعامة حقاً لا
یلتفتون الیه ولا یعدون من الکمال
التفات بھی نہیں کرتے اور اسکو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت
عدمی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

الحديث - اقل من الذنوب یمن
علیک الموت و اقل من الدین تعش حراً
(ہب) عن ابن عمر ف وهذا مشاهد
فی القوم یجدون الموت حین تفکرهم
فیه هیئاً لا فاضة الا نوار علی قلوبهم
یسبب الطاعة بخلاف العاصی اذا تفکر
فیه وجد له صعباً وحشیة من ذنوبه
و کذلک یعیشون احراً لا یتدل للون
لخلق کما یتدل من علیہ الدین لمن له
الدین -

و حشت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں
کسی مخلوق کے سامنے تذلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرص دار قرص خواہ کے سامنے تذلل
اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جڑ اختیار ہے وہ کسی احتیاج کا عداقہ نہیں رکھتے)
الحديث - اقرأ القرآن بالحرز
فانه نزل بالحرز (للطبرانی) ف
فیه اصل التواجد اذ لم یکن ریاء
بل یكون استجلاً بالخشوع و کون
الحرز الاختیاری تواجداً ظاهراً -

ف اسی جگہ سے تم عارفین کو دیکھتے ہو
کہ اوسکی طرف اشد درجہ کی توجہ تکثیر اعمال
سے بھی زیادہ کرتے ہیں اور عوام اُسکی طرف
التفات بھی نہیں کرتے اور اسکو کمالات میں شمار نہیں کرتے کیونکہ اس عبادت کی صورت
عدمی ہے جو محسوس نہیں ہوتی وہ لوگ وجودی عبادت کو زیادہ دیکھتے اور سمجھتے ہیں)

حدیث - گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھ پر
موت آسان ہو جاوے گی اور قرض کم کر دینے
مت کر تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا
ف اور صوفیہ میں اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے
کہ وہ جب موت کا خیال کرتے ہیں تو ان کو
سہل معلوم ہوتی ہے کیونکہ طاعت کے
سبب اونکے قلوب پر انوار فائض ہوتے
ہیں (ان کی برکت سے ان کو موت سے
و حشت نہیں ہوتی) بخلاف عاصی کے وہ
جب موت کا خیال کرتا ہے وہ اس کو

و حشت ذنوب کے سبب سخت معلوم ہوتی ہے اسی طرح صوفیہ آزاد رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں
کسی مخلوق کے سامنے تذلل اختیار نہیں کرتے جیسا قرص دار قرص خواہ کے سامنے تذلل
اختیار کرتا ہے (مطلب یہ کہ ذلت کی جڑ اختیار ہے وہ کسی احتیاج کا عداقہ نہیں رکھتے)
حدیث - قرآن مجید غمگینی کے ساتھ پڑھاؤ
کیونکہ وہ غمگینی ہی کے ساتھ نازل ہوا ہے
ف اس میں اصل ہے تواجدی سبب
ریاء سے نہ ہو بلکہ تحصیل خشوع کے - بلکہ جو
اور حرز اختیار کی کا تواجد ہونا تھا -

کیونکہ وجد غیر اختیاری ہوتا ہے اور یہاں وجد اختیاری ہے ورنہ مامور بہ نہ ہوتا)

الحلیث - اقبلا ذوی الهيئات
عشا اقمہ الا الحدود رلاما ما احد
فی مسند (ف) وهذا هو المشاهد
فی ائمة الطريق تنزیلاً للناس منازلهم
واما المغلوبون من القوم فیسوون
بین ذوی الهيئات وغیرہم یعدون
للغلبة وعامة الناس یرجون الکثرین
علی الاولین جھلا منھم۔

ان مابعد والوں کو ماقبل والوں پر ترجیح دیتے ہیں جس کا سبب ناواقفی ہے۔

الحلیث - اکبر امتی الذین
لم یعطوا فیطر واولو یقت علیھم
فیساووا رتخ) والبغوی وابن شاھین
عن الجذع الانصاری (ح) ف
هذا هو التعديل الذی یرشد الیہ
المحققون من القوم ویأمرون السالک
بان لا ینھمکوا فی کسب غیر الموجود
بالتجاوز عن حد الضرورة ولا یضیعوا
الموجود فیتشوشون فیتذللون۔

حدیث - میری امت میں سب سے بڑے
درجہ میں (وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو اتنا مال
ملا ہو جس سے وہ اترنے لگیں اور نہ ان پر
اتنی تنگی کی گئی ہو جس سے (وہ لوگوں سے)
مانگنے لگیں یہ مانگنا عام ہے خواہ صریح
طور پر ہو خواہ ترکیبوں سے ہو) ف
وہ اعتدال جس کی طرف صوفیہ تحقیق پہنچی
کرتے ہیں اور سالک کو حکم کرتے ہیں اور
سالک کو حکم کرتے ہیں کہ جو چیز اپنے پاس
موجود نہ ہو اس کے کمانے میں اتنا انہماک نہ کریں کہ حد ضرورت سے آگے بڑھ جاویں اور
جو چیز اپنے پاس موجود ہو اس کو ضائع نہ کریں جس سے مشوش ہو جاویں اور ذلت
اختیار کریں (یعنی طمع و حرص اور عرض حاجت میں مبتلا ہو جاویں)

حدیث - ایک دن میں ایک بار سے

الحلیث - اکثر من اکلہ کل یوم

مستحق الناس من انفسهم

۷۳

التوسل فی الصلوة جہاد و بطلان

تحقیق الاصل من مبین فی یوم واحد

۷۴

سرفہب عن عائشہ واوردہ فی کثر
العمال ایضاً بر من ہب عن عائشہ وضعف
وزاد فیہا واللہ لا یحب المسرفین و
ورد فی الجامع الصغیر فی حرف الکاف
من فعلہ صلے اللہ علیہ وسلم یلفظ کان
اذ یغدی لمریتش واذ انعشی لمریتش
بر من رحل عن ابی سعید وکتب
الی جنبہ علامۃ رحمہ لکن الغالب
انہ تصحیف لانہ صرح العزیزی فی
العبارۃ بانہ اسناد ضعیف فیقدم الصریح
علی الرمز وکان ہذا تحقیقاً لثبوت
الحديث واما تحقیق مدلولہ فہوان
بعض اہل الزہد تعلق بظاہر لفظہ
وادعی کراہۃ الاکل کل یوم مرتین
ولا یصح التعلق لا ثبوتاً ولا دلالتاً اما
الاول فلضعف والکراہۃ من الاحکام
فلا تثبت بالضعیف وان لم یثبت
ما یعارضہ فلو ثبت فی الاولی وقد ثبت
قولاً وفعلًا اما الاول فیکفیک الحش
علی السحور والافطار ویکونان فی یوم
واحد واما الثانی ففی جمع الفوائد
فی کتاب الزہد بروایۃ الترمذی
ما اکل آل محمد کلین فی یوم واحد

زیادہ کھانا اسراف ہے اور ایک روایت
میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسراف
کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتے اور کثر العمال
میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور
ایک روایت میں (فعلی حدیث) ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو
کھانا نوش فرماتے تو شام کو نوش نہ فرماتے
اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نوش
نہ فرماتے اور عزیزی نے اس حدیث کو
ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کے ثبوت
کی تحقیق ہے (کہ ضعیف ہے) باقی اسکے
مدلول کی تحقیق وہ یہ ہے کہ بعض اہل زہد
نے اس کے ظاہر الفاظ سے تسک کر کے
دعویٰ کیا ہے کہ ایک دن میں دو بار کھانا
مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ تسک
صحیح نہیں نہ ثبوتاً نہ دلالتاً نہ ثبوتاً تو اسلئے
کہ حدیث ضعیف ہے (جیسا ابھی گذرا)
اور کراہتہ منجملہ احکام کے ہے پس
حدیث ضعیف سے وہ ثابت نہ ہوگی اگرچہ
کوئی اسکا معارض بھی ثابت نہ ہو اور اگر
معارض بھی ثابت ہو جاوے تو بدرجہ
اولیٰ ذکر اہتہ ثابت نہ ہوگی (اور یہاں)
معارض ثابت ہو چکا ہے قولاً بھی فعلاً بھی

الا احداہما تمرفیہ تصریح بان الاکل
مرتین فی یوم واحد لا یغاب فی بیتہ
صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یحکم علیہ
بالکراہۃ اما الثانی ای دلالت الحدیث
علی الکراہۃ فیظہر حالہ بالتامل فی
الفاظ الحدیث فان علیہا بکون اسرافا
والاسراف لا یتجتمع مع الحاجۃ والاباحتہ
فیجعل الحدیث علی ما اذا اکل مرتۃ ثانیۃ
من غیر جوع کما ہو عادۃ المترین للحادیثین
للبطن بیا کلون اداء حتی الوقت
کان الوقت سبب لوجوب الاکل کما ہو
سبب لوجوب الصلوۃ واما من اکل
للحاجۃ فلا شناعۃ فیہ اصلاحۃ ان من
احتاج الی اکثر من مرتین لعارض المرض
او النقاۃ لا حرج فی اکثر من مرتین
ایضا ویجمل حدیث اذا تغدی لویبتش الخ
علی عدم وجدان الغذاء والعشاء فی
اکثر الاحوال فتکان بیانا لما کان علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضیق
المعیشۃ کما روی الشیخان عن عائشۃ
رضی اللہ عنہا قالت لقد مات النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وما شبع من خبز
وزیت فی یوم واحد مرتین لا علی ترک

قوی ثبوت میں تو یہ بات کافی ہے کہ سحر و
افطار کی ترغیب دی گئی ہے اور (ظاہر
ہے کہ) دونوں ایک ہی دن میں ہوتے
ہیں اور فعلی ثبوت یہ ہے کہ حدیث میں
ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کے گھر والوں نے ایک دن میں دوبارہ
کھانا کھایا ہے تو اون میں ایک بار کا
کھانا خرم ضرور ہوا ہے اس میں تصریح
ہے کہ ایک دن میں دوبارہ کھانا آپ کے
دولت خانہ میں معیوب نہیں تھا تو اسپر
کراہت کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے رہا
امر ثانی یعنی حدیث کی دلالت کراہت پر
سوا سکا حال خود حدیث کے الفاظ میں
غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکی
علت اسراف فرمانی گئی ہے اور اسراف
حاجت اور اباحت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا
پس حدیث اس صورت پر محمول ہوگی
جبکہ دوسری بار بدون بھوک کے کھائے
جیسا اہل تنعم خادمان شکم کی عادت سے
کہ محض ادائے حق وقت کے لئے کھاتے
ہیں گویا وقت سبب ہے وجوب اکل کا
جیسا وقت سبب ہے وجوب صلوۃ کا
باقی جو شخص حاجت کے سبب کھاوے

الغداء والعشاء عمدًا فتنبه واحذر
ان تقع في الافراط والتفريط والله اعلم
اوس میں کچھ بھی شناہت نہیں حتیٰ کہ اگر
کسی شخص کو دوبار سے زائد کھانے کی
حاجت ہو کسی مرض یا نقاہت کے سبب اس کے کئے دوبار سے زائد کھانے میں بھی
حرج نہیں یا اس حدیث کو کہ صبح کو کھا کر شام کو نوش نہ فرماتے اور بالعکس اس پر
محمول کیا جاوے کہ اکثر احوال میں کھانا موجود نہ ہوتا تھا پس اس حدیث میں اس
تنگی کا بیان ہو گا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثری حالت تھی جیسا بخاری
و مسلم کی حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات ہو گئی اور ایک دن میں دوبار روٹی اور روغن زیتون سے آپ شکم سیر
نہیں ہوئے اور حدیث اس پر محمول نہیں کہ آپ قصد صبح و شام کا کھانا ترک
فرماتے تھے۔ اچھی طرح سمجھ لو اور افراط و تفريط میں واقع ہونے سے احتیاط کرو
واللہ اعلم۔

حدیث۔ ذکر اللہ کثرت سے کرو
یہاں تک کہ لوگ مجنون کہنے لگیں حدیث
ذکر اللہ کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ
ریا کار کہنے لگیں و دونوں حدیثیں
تھوڑے تفاوت سے قریب ہی گذری
ہیں ایک تو اس حدیث کے بعد اذا
کان فی آخر الزمان دوسری اس حدیث
کے بعد اذا انفس اور دونوں کے درمیان
دو حدیث کا فصل ہے اور دونوں کے
متعلق فوائد بھی گذر چکے ہیں انکے اعادہ
کی حاجت نہیں البتہ میں نے حاشیہ
حفنی میں بعض زائد فوائد دیکھے ہیں

الحديث۔ اکثر و ذکر اللہ حتی
يقولوا مجنون (حم ۶ حبك هب)
عن ابی سعید (ح) الحديث
اکثر و ذکر اللہ تعالیٰ يقول المنافقون
انکم مراؤن (ص صم) فی الزهد (هب)
عن ابی الجوزاء مرسلًا (ض) ف
مر الحدیثان قریباً باختلاف یسیر
فی الالفاظ احدهما بعد حدیث اذا
کان فی آخر الزمان والاخر بعد حدیث
اذا انفس و بینہما الفصل بمحدثین
وقد مر ما فیہما من الفوائد فلا
حاجة الی عاد تھانہم رایت فی حاشیہ

الحنفی بعض الملوئد وان لم یکن مدلول
الحديث لكن المتعلق به قرأیت نعتہ
متما للعائدة فقال فی الحديث الاول
اکثر واذکر الله ای بای نوع کان
والاولی لاهل النفوس الامارة لا اله
الا الله فان لها سرًا عجیباً فی التطهیر
ولذا اختارها اولاً اهل الله الملقنون
للاذکار فانها کالسيف القاطع ولا سیما
عن شیخہ وقال فی الحديث الثانی اکثر
ذکر الله الخ ولذا کان السلف یلقن بعضهم
بعضاً الذکر لاختذ ذلك بالحديث المسلسل
فاذا لقن الشیخ تلمیذاً انھزت تلك السلسلة
وقاض علیہ النور منها بقدر اعتقاده فی
شیخہ ویبغی للذاکر ان یتبدی بالنفی
من جهة یمینہ لان الشیطان فیہ یولذ
لفظ الله جهة یسارہ لان القلب جهة
یسارہ فالتحرک فی الذکر وارد عن السلف
بخلاف التحرک فی قراءة القرآن والعلوم
فالاولی ترکہ ای تقصده خلاف الاولی
فان غلب الحال علی الشخص فلا بأس به
ولیس الجھر بالذکر حیث لو یخف ویاء ولو
یشوش علی ناظر والا آسراً فلا یطلق
القول وذلك لان الجھر ینشط ولذا قال

گووہ حدیث کے مدلول نہیں لیکن اُس کے
متعلق ہیں اُن کا نقل کرنا تیسرے فائدہ کیلئے
مناسب معلوم ہوا سو حدیث اول کے تحت
میں اونھوں نے کہا ہے کہ ذکر کی کثرت کرو
جس طرح ہو اور نفس امارہ والوں کے لئے
لا اله الا اللہ کا ذکر زیادہ اولی ہے اس میں
تطہیر کے لئے مرعوب ہے اسی لئے اہل اللہ
نے جو کہ ذکر کی تلقین کرتے ہیں اس کو
اختیار کیا ہے وہ شمشیر برائے کبیرہ وخصوصاً
جب کسی شیخ کی طرف سے تلقین ہو اور
حدیث ثانی کے تحت میں کہا ہے کہ اسی لئے
سلف ایک دوسرے کو ذکر کی تلقین کرتے
تھے کیونکہ اس میں (گو یا) حدیث مسلسل کو
اخذ کرنا ہے پس جب شیخ اپنے مرید کو تلقین
کرتا ہے وہ سلسلہ حرکت کرتا ہے اور جتنا
شیخ سے اعتقاد ہوتا ہے اتنا ہی اُس سلسلہ
کا نور اُس پر فائز ہوتا ہے اور ذکر کے
لئے مناسب ہے کہ لا اله الا اللہ کو داہنی طرف
سے شروع کرے کیونکہ اس جہت میں شیطان
ہے (شاید یہ اس آیت سے ماخوذ ہو قالوا
انکم تاؤننا عن الیمین) اور اللہ کو بائیں
طرف ذکر کرے کیونکہ قلب بائیں جہت میں
ہے سو ذکر میں حرکت کرنا سلف سے منقول ہے

شخص لشخص ینذکر فی المسجد بحضرتہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا ریاہ فقال
صلی اللہ علیہ وسلم دعوا فانہ ھیم ام
قلت ولما رھذا الحدیث فلیحقق فقط

اور قرآن اور علم میں حرکت کا ترک اولیٰ ہے
یعنی جو قصداً ہوا اور اگر کسی پر حال غالب
ہو جاوے تو کچھ ڈر نہیں اور ذکر میں جہر
مسنون ہے جب کہ ریاہ کا خوف نہ ہو اور

اور کسی سونے والے (یا نماز پڑھنے والے) کو پریشانی نہ ہو ورنہ آہستہ کرے علی الاطلاق
ایک ہی بات نہ کہہ دے کیونکہ جہر سے نشاط ہوتا ہے اسی واسطے کسی شخص نے دوسرے
شخص کی نسبت جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ذکر جہر کرتا تھا یوں کہہ دیا
کہ یہ ریاہ ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اس کے حال میں رہنے دو یہ عاشق ہے
مگر میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی تحقیق کر لیا جاوے

الحديث - الزم بیتك (طب)
عن ابن عمر (رض) (ف) فیہ الحض علی
العزلة قال الحنفی وھذا فی حق غیر المطہر
من الطالبین للوصول ام قلت وفی حق
المطہرین الطالبین لاستعداد الوصول
كما اعتزل صلی اللہ علیہ وسلم عن الناس
اول حالہ وفی حق الواصلین الغارین
عن الغتۃ اذ لم یتعینوا للاصلاح ولما
یتوقعوا الاصلاح وحیث لا یوجد ھذہ
العوارض فالامر الاصلی ہوا الخالطۃ
للافاۃ والاستفادۃ کما نطقت بہ
النصوص الکثیرۃ -

حدیث - اپنے گھر سے (یعنی جو اپنے
رہنے کا ٹھکانا ہو اس سے) چٹا رہ (یعنی
گھر سے بے ضرورت نہ نکل) (ف) اس میں
ترغیب ہے گوشہ نشینی کی حنفی نے کہا ہے
یہ اون لوگوں کے حق میں ہے جن کو طہارت
نفس حاصل نہیں ہوئی اور وہ وصول کے
طالب ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اور اون
مطہرین (متقین) کے حق میں بھی ہے
جو استعداد وصول کے طالب ہیں جیسے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء
حال میں لوگوں سے علحدگی اختیار فرمائی
تھی اور اون واصیلین کے حق میں بھی

ہے جو فتنہ سے بھاگتے ہیں (یعنی فرار عن الغتۃ اونکی عزالت کا باعث ہے) مگر اوسمیں
شرط یہ ہے کہ ان حضرات پر اصلاح کا مدار نہ ہو گیا ہو یا انکو اصلاح کی امید نہ رہی ہو

۱۶
فی حق غیر المطہر
من الطالبین للوصول

اور جس جگہ یہ عوارض نہ پائے جاویں تو امر اصلی یہی ہے کہ افادہ واستفادہ کے لئے غیالط کی جاوے جیسے بکثرت لصوص ناطق ہیں۔

الحديث - اليهود والعوفاني اكره ان

يرى في دينكم غلظة (هـ) عن المطلب

ابن عبد الله (رض) وفي كنوز الحقائق برهن

(ذ) ونفط اكره ان يكون في دينكم

ف قال العزيمي فالامر للاباحة اه

قلت لكن اذا نظرنا الى حكمة هذا الامر

من قول - فاني اكره ان ترجح كونه للندب

ولو بالغير وهوان يرى الناس كون الدين

سمحا فيحب اليهم وهو اقوى داع للعامة

الى الدين ومن ثم ترى المحققين لا

يعلمون ولا يبشرون ويسبون ولا

ولا يعسرون ويبشرون ولا ينفرون

ويزنون تارة ويستغلون بالمباحات

اخرى ويراعون في هذا كله الاعتدال

الا من غلب عليه حال الهيبة فهو

غلب مكلف بهذا المصالح -

دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات

(تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں

مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

الحديث - الله مع الدائن حتى

يقضى دينه (للترمذي) ف وورد

حدیث - کچھ کھیل کود بھی لیا کر دین میں اسکو

پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی

دیکھی جاوے **ف** عزیزی نے کہا ہے

کہ یہ امر اباحت کے لئے ہے لیکن میں کہتا

ہوں کہ جب ہم اس امر کی حکمت پر نظر کرتے

ہیں یعنی یہ ارشاد کہ میں پسند نہیں کرتا ان

تو اس امر کا مذہب کے لئے ہونا راجح معلوم

ہوتا ہے اگرچہ مذہب ہونا عارض کے

سبب ہو گا اور وہ عارض یہ ہے کہ لوگوں

کو دین کا سہل اور نرم ہونا نظر آوے اور

اس کے سبب انکو دین سے محبت ہو جاوے

اور عام لوگوں کے لئے یہ دین کی طرف

بہت قوی داعی ہے اور اسی مقام سے

تم محققین کو دیکھو گے کہ ناک منہ چڑھا کر

نہیں بیٹھتے اور آسان برتاؤ رکھتے ہیں

سختی کا برتاؤ نہیں کرتے اور بشارتیں

دیتے رہتے ہیں اور نفرت نہیں دلاتے اور کبھی کبھی خوش طبعی کرتے ہیں اور کبھی مباحات

(تفریحیہ) میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان سب میں اعتدال کی رعایت رکھتے ہیں

مگر جن لوگوں پر ہیبت کا حال غالب ہو سو وہ ان مصالح کے مکلف نہیں۔

حدیث - الله تعالى قرضدار کے ساتھ

ہیں یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کر دے

عنه الامام العزيمي

التحذیر فی بعض الاحادیث عن الدین والجمع بینہما ان الدین من غیر ضرورۃ یحذر عنہا وما عن الضرورۃ مع نیت القضاء جالب لمعیت الحق واهل الطریق مختلفون فیہ فمنہم من غلب علیہ الحال الاولی فیستدینون توکلا علی اللہ ویبذلون فی الخیر ویوسعون فی مفهوم الضرورۃ ومنہم من غلب علیہ الحال الثانیۃ فیاخذون بجانب الاحتیاط ویضیقون فی مفهوم الضرورۃ والاسلم لاهل زماننا هو الطریق الثانی

فت اور بعض حدیثوں میں قرض سے ڈرایا گیا ہے اور دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو قابل حذر ہے اور جو ضرورت سے ہو اور اس کے ساتھ نیت ادا کی بھی ہو وہ معیت حق کا سبب ہے اور اہل طریق اس میں عملاً مختلف ہیں بعض پر تو پہلا حال غالب ہے (جو متن میں ہے) وہ توکل پر قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں توسع کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار

کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ ہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے وفات کے دوسرے تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی کہ اسے سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا) اور بعض پر دوسرا حال غالب ہے (جو متن کے بعد مذکور ہے) وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں (یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے جیسے ہمارے ہی زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ قرض میں بید احتیاط فرماتے تھے) اور اسلم ہمارے زمانہ والوں کے لئے یہی دوسرا طریقہ ہے (کہ قرض سے بچے حتیٰ کہ ہمان کو بھی اپنی تنگی میں شریک کرے) وجہ یہ کہ اس وقت طبائع بھی ضعیف ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا کو توجہ بھی کم ہے تو مقروضیت کا نتیجہ ایسی حالت میں بجز پریشانی کچھ نہیں اور پریشانی سے علاوہ کلفت کے بعض اوقات دین کو بھی ضرر پہنچ جاتا ہے۔

الحلیث - اما اهل النار الذین حدیث - اور جو واقعی اہل نار میں اس

ھمراھلہا الی قولہ ولکن ناس اصابتھم
التاریذ نو بھوفا متہم اما تہ الحدیث
قلت مر الحدیث مع بعض فوائد
فی هذا الشطر الثالث بلفظ اذا دخل
اللہ الموحدين۔

ادخل المر الموحدين فقط۔

الحلیث۔ اما بعد فواللہ انی لاعط
الرجل وادع الرجل والذي ادع احب
الی من الذي اعطی ولكن اعطی اقواما
لما اری فی قلوبھم من الجزع والھلع و
اکل اقواما الی ما جعل اللہ فی قلوبھم
من الغنى والخیر منھم عمرو بن تغلب
رخ) عن عمرو بن تغلب (رحم) و
فیہ ان الشیخ اذا قدم احدا فی شئ
من العناية لیس لہ ان یری تقدما
ولا تغیرہ ان یشکو الشیخ فان التغدی
قد یکون لمصلحة من دون ان یکون
مقدما فی الواقع وفیہ ان المدح
فی وجه احد انما یدم اذا خفی
معسدة واما اذا امنھا فلا یحذر
فیہ کما مدح رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم راوی الحدیث واذا کان فیہ
مصلحة فبالاولی۔

اس قول تک لیکن بعض لوگوں کو اونکو
گناہوں کے سبب آگ لگے گی اور وہ
اونکو موت دیدیگی الخ میں کہتا ہوں یہ
حدیث مع اپنے بعض فوائد کے استیسیہ
حصہ میں ان الفاظ سے گزر چکی ہے اذا

حدیث۔ بعد حمد صلوٰۃ کے والہ میں
بعض آدمی کو دیدیتا ہوں اور بعض کو
نہیں دیتا اور جس کو نہیں دیتا وہ (بعض
وقت) میرے نزدیک اس سے زیادہ
محبوب ہوتا ہے جسکو دیتا ہوں لیکن
(باوجود اسکے) بعض لوگوں کو اس لئے
دیدیتا ہوں کہ اونکے قلب میں اضطراب
اور کمزوری دیکھتا ہوں کہ اگر ان کو
نہ ملیگا تو پریشانی سے اونکا ایمان متزلزل
ہو جاوے گا) اور بعض لوگوں کو اس چیز
کے حوالہ کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے
اونکے دلوں میں غنا اور خیر پیدا کی ہے
(اونکی طرف سے اطمینان ہوتا ہے کہ
یہ ہر حال میں مستقل رہیں گے اس لئے
اونکو دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا) ایسے
لوگوں میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں
ف اس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ

عمر السدس للامامین علیہ السلام علی بعض علیہ السلام

اگر شیخ کسی کو کسی خاص عنایت (ورعایت) میں (دوسروں پر) مقدم کر دے تو نہ اس کو جائز ہے کہ وہ اپنے کو (رتبہ میں) مقدم سمجھنے لگے ورنہ اور کسی کو جائز ہے کہ شیخ کی شکایت کرنے لگے (کہ اس میں کوئی استحقاق تقدیم کا نہیں) کیونکہ تقدیم بھی کسی مصلحت سے ہوتی ہے یہ ضرور نہیں کہ وہ شخص واقع میں بھی (رتبہ کے اعتبار سے) مقدم ہو (بلکہ معاملہ بالعکس بھی ہوتا ہے جیسا اس حدیث میں آپ نے قوی الایمان کو نہیں دیا اور ضعیف الایمان کو دیا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمادی مگر ہر وقت مصلحت بیان فرمانا بھی شیخ کے ذمہ نہیں) اور اس حدیث میں یہ (مسئلہ) بھی ہے کہ کسی کے مونہ پر اس کی تعریف کرنا صرف اُسی صورت میں مذموم ہے (چنانچہ دوسری احادیث میں اس سے نہی آئی ہے) جب کہ اس سے کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو (مثلاً مدوح میں عجب پیدا ہو جائیگا) لیکن اگر مفسدہ سے امن ہو تو (پھر) اس میں کوئی خرابی نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی جیسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کی (اونکے مونہ پر) مدح فرمائی (جس میں مفسدہ نہ ہونا تو یقینی ہے اور غالب یہ ہے کہ اس میں مصلحت بھی تھی) مثلاً اس سے اونکا دل بڑھا ہوگا اور دین کو اور زیادہ قوت ہوگئی ہوگی۔

حدیث۔ ایسے امر کو اختیار کرو جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور سب سے اچھے وہ امور ہیں جو اوسط درجہ کے ہیں میں کہتا ہوں محققین نے تربیہ میں اسی سے تمسک کیا ہے اور شیخ کے لئے ان اوساط کی علمی تحقیق سب سے زیادہ مشکل ہے

الحديث۔ امر ابن الامین وخیر الامور واساطیل (ہب) عن عمرو بن الحمز بل غارض) قلت وبهذا تعلق اهل التحقيق في التربية وهذه الاوساط اصعب الامور على الشيخ علماً واسهلاً وانفعها للطالب عملاً۔

کیونکہ اونکو کبھی اپنے طرفین سے التباس ہو جاتا ہے (اور طالب کے لئے اس پر عمل کرنا سب سے زیادہ سہل اور نافع ہے) اور افراط میں سہولت نہیں تفریط میں نفع نہیں۔

حدیث۔ آپ نے حضرت کعب کو جب

الحديث۔ امسك عليك بعض

مالک فہو خیر لك (ق ۳) عن كعب بن مالك (رحم) قلت فيه رعاية حال السالك حيث لم يأذن لكعب بن مالك في التصديق بجميع ماله ولم يئنه ابابكرؓ عنه وذلك لعله صلى الله عليه وسلم بنور النبوة انه لا يصبر على الاضاقاة مثل ابى بكرؓ وكذلك الشيوخ يمتارون لكل ما يرونه مصلحتهم بنورهم ستمهم۔

سے منع نہیں فرمایا کیونکہ آپ کو نور نبوت سے اسکا علم تھا کہ یہ ابوبکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کر سکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر بخیر کرتے ہیں جو اسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

الحديث - ان الله تعالى اذا اراد ان يخلق خلقا للخرافة مسميها على ناصيته فلا تقم عليه عين الا حبت (ك) عن ابن عباس (رض) ف الخليفة من يقوم بسياسة الناس واصلاح معاشرهم ومعادهم وامع الامارة وورد اكثر الاحاديث على هذا المعنى واما بدين الامارة كالعلماء والشاخر وورد القرآن على هذا المعنى وفسره قوله تعالى اني جاعل في الارض خليفة وادخلوا فيه الانبياء ولم يكن بعضهم امراء ويحتمل الحديث كلا المعنيين ومن ثور قال العزيم

اودخول في غروہ بتوك کے مختلف سے توبہ قبول ہو نیکی خوشی سے سب مال خیرات کرنا چاہا یہ فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رہے دو یہ تمہارے لئے خیر (مصلحت) ہے میں کہتا ہوں کہ اس میں رعایت ہے حال سالک کی اس طرح سے کہ آپ نے کعب بن مالک کو تمام مال خیرات کرنے کی اجازت نہیں دی اور حضرت ابوبکرؓ کو اس سے منع نہیں فرمایا کیونکہ یہ ابوبکرؓ کی برابر تنگی پر صبر نہ کر سکیں گے اور یہی طریقہ ہے شیوخ کا کہ وہ ہر شخص کے لئے نور فراست سے وہ امر بخیر کرتے ہیں جو اسکے لئے مصلحت سمجھتے ہیں۔

حديث - الله تعالى جب کسی مخلوق کو خلافت کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ اوسکی ناصیہ پر پھیر دیتا ہے تو اوس شخص پر کوئی آنکھ نہیں پڑتی مگر اوس شخص سے محبت کرتی ہے ف خلیفہ وہ شخص ہے جو لوگوں کی سیاست یعنی اونیکی معاش و معاد کی اصلاح کی خدمت کرے خواہ حکومت کے ساتھ اور اکثر احادیث میں خلیفہ کے یہی معنی آئے ہیں اور یا بدون حکومت کے جیسے علماء اور مشائخ ہیں اور قرآن میں خلیفہ کے یہ معنی آئے ہیں اور آیت اِنِّي جَاعِلٌ

رعاية المصلحة حسب حال السالكين

۸۳

ان شاء الله تعالى والخير على السالك

فیه یعنی القی علیہ المہابة والقبول لیتکون
من انفاذ الاوامر ویطاع وقال ومن
لازم محبة الخلق لامتثال اوامرہ وتجنب
نواہیہ وتمکن ہیبتہ من العتوب
ام وقال الحنفی فیه المراد به من اصطفاہ
اللہ تعالیٰ وجعلہ ہادی الخلق الی قولہ
فلیس المراد ہر منا خلیفۃ الامارۃ کما
توہمہ جزمہ ام قلت ولوارید فی الحدیث
خلیفۃ الامارۃ ویقاس علیہ خلیفۃ
الارشاد لا شترک العلة وہی نفع
الناس بہ لحصل المقصود وهو عموم
الحکم وهذه الہیبة مشترکۃ بالمشاہدۃ
بین السلاطین و بین اہل اللہ
المساکین وہی التي عبر عنہا بالسلطان
فی قولہ تعالیٰ لموسیٰ مع ہارون علیہما
السلام سنشد عندک باخیک
ونجعل لکما سلطانا الایۃ۔

۸۴

فی الارض خلیفۃ میں یہی معنی ہیں اور
اسی معنی میں تمام انبیاء کو داخل کیا گیا
ہے حالانکہ بعض انبیاء امراء نہ تھے اور
حدیث میں دونوں معنی کا احتمال ہے
اور اسی وجہ سے عزیز نے (بعض امراء
لیکریہ) کہا ہے یعنی او سپر ہیبت اور قبول
کا القاء فرماتے ہیں تاکہ وہ اپنے احکام
جاری کر سکے اور اسکا کہنا سنا جاوے
اور جب خلق کو اس سے محبت ہوگی
اسکے لئے لازم ہے کہ اسکا کہنا مانا جاوے
اور اسکی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا
جاوے گا اور اسکی ہیبت قلوب میں جمی
رہے گی اور پس عزیز نے سلاطین مراد
لئے ہیں اور حنفی نے کہا ہے کہ مراد خلیفہ
سے وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے
(ارشاد خلق کے لئے) منتخب کر لیا ہو
اور اسکو خلق کا ہادی بنایا ہو آگے

کہا ہے کہ یہاں خلیفہ حکومت مراد نہیں ہے جیسا بعض کو شبہ ہو گیا ہے اہ میں کہتا ہوں
کہ اگر حدیث میں خلیفہ حکومت ہی مراد لیا جاوے اور او سپر (خاص احکام میں) خلیفہ
ارشاد کو قیاس کر لیا جاوے یوجہ مشترک ہونے علت کے اور وہ علت لوگوں کو (دینی)
نفع پہونچانا ہے تب بھی مقصود حاصل ہو جاوے گا اور وہ مقصود حکم کا عام ہونا ہے (یعنی)
اوس شخص کا صاحب ہیبت ہونا) اور اس قسم کی ہیبت مشاہدہ سے مشترک ہے
سلاطین میں اور ان اہل المد مساکین میں کہ اکثر اوقات سلاطین کی ہمت بزرگوں کے

سامنے بولنے کی نہیں ہوتی) اور یہی سہیت وہ چیز ہے جس کو ساتھ اس آیت میں تعبیر کیا گیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو اُن کے بھائی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم ابھی تمہارا بازو تمہارے بھائی سے قوی کئے دیتے ہیں اور ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک رعب دینگے داس رعب کا یہ اثر ہوا کہ فرعون جیسا متعجب متکبر ان سے دب گیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے

أَحْلَيْبِثَ إِنْ أَلَّهِ تَعَالَى
انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتلد اود اولاد ولدوا بحرام (د) غلب الداء داء ف فيه الحوض على التد اوى وهو الغالب من فعله صلى الله عليه وسلم فكان هو السنة وعليه الاثمة من اهل الطريق لكن لما كان الامم لا دشنا دجاز تركه ولا يلام عليه لا سيما ان كان غلبة حال التوقل كما عليه بعض المشايخ وهو احدى درجات التوقل وهو توكلا سباب الظنية و اعلى منها التوقل مع مباشرة الاسباب فان عدم الاعتقاد على الاسباب مع مباشرة الاسباب اعجب منه اذ الم مباشر الاسباب لما لا يخفى وقال

ساعتہ میں تھک گیا اور وہ دونوں نازل کی ہیں اور ہر بیماری کے لئے ایک دوا مقرر کی ہے سو دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا مت کرو و اس میں ترغیب ہے دوز کرنے پر اور غالب عادت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی سو سنون طریقہ یہی ہو اور ائمہ اہل طریق اسی مسلک پر ہیں لیکن امر چونکہ ارشادی ہے اس لئے ترک تداوی بھی جائز ہو اور اس پر ملامت نہ کیجاو کی خصوص اگر غلبہ حال توکل سے ہو جیسا بعض مشائخ اس مسلک پر بھی ہیں اور یہ ایک درجہ ہے توکل کا یعنی ترک اسباب ظنیہ اور اس درجہ سے اعلیٰ درجہ وہ توکل ہے جو مباشرت اسباب کے ساتھ ہو کیونکہ اسباب کو استعمال کرتے

العزيزی فی قوله لا تدوا بحرام عن العلقی
وقد استدلل الامام احمد بهذا
الحديث وحديث ان الله لم يجعل
شفاء امتی فیما حرم علیہا علی انه لا یجوز
التداوی بحرم ولا بشئ فیہ محرر
کالبان الاتن وللحوم المحرمات
والتریاق والصیحم من ذینا جواز
التداوی بجمع النجاسات سوی المسکر
لحديث العرنیین فی الصیحین وان
تشری ابو امن ابو الهادی الا بل
للتداوی کما هو ظاهر الحديث
وحديث الباب لا تدوا بحرام
ولم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیہا
محمول علی عدم الحاجة بان
یکون هناك دواء غیر نفی عنه
ولیقوم مقامه من الطاهرات
قال البیهقی هذا ان حدیثان ان
صحیحاً محمولان علی النهی عن التداوی
بالحرام من غیر ضرورة لیجمع بینہما
وبین حدیث العرنیین قلت
ای ان لم یکن منسوخاً فی هذا
الجزء کما هو منسوخ فی الجزء الآخر
یعنی المثلة اجماعاً ووافق هذا القول

ہوئے اسباب پر اعتماد ذکرنا نسبت
اسکے زیادہ عجیب ہے کہ اسباب کا
استعمال نہ کیا جاوے اور پھر اس
پر نظر نہ ہو جیسا ظاہر ہے (یہ تحقیق تھی
تداووا کی آگے تحقیق ہے لا تدوا
دوا کی) عزیز می نے لا تدوا بحرام
میں علقی سے نقل کیا ہے کہ امام احمد
نے اس حدیث سے اور ایک سری
حدیث سے کہ انشر ثنائی نے سری
امت کی سفار حرام چیز میں نہیں رکھی
اس پر استدلال کیا ہے کہ نہ حرام
(خالص) سے تداوی جائز ہے۔
اور نہ ایسی چیز سے جائز ہے جس میں
کوئی حرام جزو ہو جیسے گدھی کا دودھ
اور حرام گوشت اور تر یاق (جو سانپوں
سے تیار ہوتا ہے) اور ہمارے
مذہب کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام بس
چیزوں سے تداوی جائز ہے بجز
نشہ والی چیز کے بدلیل حدیث عرنیین
کے جو صحیحین میں ہے کہ اونٹوں کا پشیا
پیو یعنی دوا کے لئے جیسا ظاہر الفاظ
حدیث کا یہی مدلول ہے باقی رہی
حدیث جو اس مقام پر مذکور ہے

المتأخرون من الحنفية وإما
المتقدمون منهم فلذهبوا
إلى ما ذهب إليه أحمد رحمه
الله تعالى والله تعالى أعلم۔

اور اسی طرح دوسری حدیث کہ میری اُمت
کی شفا حرام میں نہیں رکھی یہ اُس حالت
پر محمول ہے جب حاجت نہ ہو اس طرح
کہ وہاں دوسری پاک دوا موجود ہو جس

سے اُس کی حاجت نہ رہے اور وہ اُس کے قائم مقام ہو سکے (چنانچہ) پہلی نے کہا ہے
کہ یہ دونوں حدیثیں (مانعت کی) اگر صحیح ہوں تو بلا ضرورت حرام کے ساتھ تداوی کرنے
سے انہی پر محمول ہیں تاکہ ان دونوں میں اور حدیث عرینین میں تطبیق ہو جاوے میں کہتا
ہوں کہ یہ جب ہے جب حدیث عرینین کی اس جزو میں نسخ ہو جیسے دوسرے جزو یعنی
مشک میں اجماعاً نسخ ہے اور اس قول میں متاخرین حنفیہ نے ہی موافقت کی
ہے (کہ ضرورت شدید کیوقت تداوی باحرام کے جواز پر فتویٰ دیدیا ہے)
باقی متقدمین حنفیہ سو اُن کا وہی مذہب ہے جو امام احمد کا مذہب ہے والله
تعالیٰ اعلم۔

الحديث ان الله تعالى يجاوز
لامتنى عما حدث به انفسها
ما لم تتكلم به او تعمل به (ق ۴)
عن ابى هريرة (طب) عن عمران
بن حصين (ص) قال العزيمي
في رواية اخرى ما وسوست به
صدور دها قال الحفان الموابخسة
ها جس و خاطر و مدیث نفس
و هم و عزم فالشي اذا وقع في
القلب ابتداء ولم يخل في النفس
ها جساً فاذا كان موقفاً دها

حدیث اللہ تعالیٰ نے میری اُمت
کے لئے اُن کے خیالات سے تجاوز
فرما دیا ہے جن کی وہ اپنے جی سے
باتیں کرتے ہیں جب تک کہ اُن کو
مُنہ سے نہ نکالیں یا اُن کو عمل میں
نہ لاویں عزیزی نے کہا ہے کہ ایک
دوسری روایت میں ہے کہ اُن کے
سینہ میں بخود وسوسہ پیدا ہوں خفی
نے کہا ہے کہ (خیال کے) مراتب
پانچ ہیں ایک ہا جس دوسرا خاطر
تیسرا حدیث النفس چوتھا ہم پانچواں

من اول الامر لم یحجج الے
 المراتب التي بعدہ فاذا جال ای
 تردد فی نفسه بعد وقوعہ ابتداء
 ولم یحدث بفعل ولا عدمہ
 سہی خاطراً فاذا حدثتہ نفسہ
 بان یفعل بہ او لا یفعل علی حد سہی
 من غیر ترجیح لاحد ہما علی الآخر
 سہی حدیث نفس فہذا الثلاثۃ
 لا عقاب علیہا ان کانت فی الشر
 ولا ثواب علیہا ان کانت فی الخیر
 فاذا فعل ذلک عوقب او اثیب
 علی الفعل لا علی الہما جس و
 الخاطرو حدیث النفس فاذا
 حدثتہ نفسہ بالفعل وعدمہ
 مع ترجیح الفعل لکنی لیس ترجیحاً
 قویاً بل ہو ہرجوی ح کا لو ہم سہی ہما
 فہذا اثیاب علیہ ان کان فی
 الخیر ولا یعاقب علیہ ان کان
 فی الشر کما فی الحدیث فاذا
 قوی ترجیح الفعل حتی صار جاز
 ماہ مصمماً لا یقدر علی التردد سہی
 عن ما فہذا ثواب علیہ ان کان فی
 الخیر و یعاقب علیہ ان کان فی الشر

۸۸

عزم پس جب کوئی بات قلب میں
 ابتداً واقع ہوئی اور اُس نے
 نفس میں کوئی حرکت نہیں کی اُس
 کو ہا جس کہتے ہیں پھر اگر اُس شخص
 کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے
 اُس کو دفع کر دیا تو وہ مابعد کے
 مراتب کی تحقیق کا محتاج نہ ہوگا اور
 اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے یعنی
 وقوع ابتدائی کے بعد اُس کے نفس
 میں اُس کی آمدورفت ہونے لگے
 مگر اُس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی
 منصوبہ نفس سے نہیں باندھا اُس
 کو خاطر کہا جاتا ہے جب نفس کرتے
 نہ کرنے کا برابر درجہ میں منصوبہ باندھنے
 لگا اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے
 پر ترجیح نہیں ہوتی اُس کو حدیث نفس
 کہتے ہیں سو یہ تین درجہ ایسے ہیں کہ
 ان پر نہ عقاب ہے اگر یہ نہ ہو
 اور نہ ثواب ہے اگر خیر میں ہے
 پھر جب اس فعل کو کر لیا تب اُس فعل
 پر عقاب یا ثواب ہوگا اور ہا جس او
 خاطر اور حدیث النفس پر نہ ہوگا (جیسا
 بعض علماء اس طرف ہی گئے ہیں)

قلت والى سوسه عام لجميع
المراتب الثلاثة لها جس والخالط
وعديث النفس لجميع اقسامها
غير مواخذة به وعدم المواخذة
على حديث النفس بالحديث الصحيح
وعلى الباقيين بالاولى لانه اذا
ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله
بالاولى وان خالفك ان الحكم
بارتفاع حديث النفس بالحديث
يتوقف على كون المراد في الحديث
ما اصطاحتم عليه فما الدليل عليه
فارخه بان هذا الاصطلاح
عين اللغة والنصوص محمولة
على اللغة ما لم يطرأ عليها اصطلاح
شرعي ولم يطرأ فيحمل على اللغة
بهو ما ذكرنا فافهم والسر في عدم
المواخذة على الها جس لان ليس
من فعله وانما هو شئ ورد عليه
لا قدر له عليه والاصنع و
الخالط الذي بعده وان كان قادراً
على دفعه بصرف الها جس اول
وساوده لكنه لما كان دون حديث
النفس وهو مرفوع بالحديث كان

پھر جب نفس میں فعل یا عدم فعل کا
منصوبہ ترجیح فعل کے ساتھ ہونے
لگا۔ لیکن وہ ترجیح قوی نہیں ہے
بلکہ مرجوح ہے جیسا وہم ہوتا ہے اس
ہم کہتے ہیں اس پر ثواب بھی ہوتا ہے
اگر وہ خیر میں ہے اور عقاب بھی ہوتا
ہے اگر شر میں ہے پھر جب فعل کا
رجحان قوی ہو گیا یہاں تک کہ جازم
مصمم بن گیا کہ ترک پر قابو نہیں رہا
اس کو عزم کہتے ہیں اس پر بھی ثواب
ہوتا ہے اگر خیر میں ہے اور عقاب ہوتا
ہے اگر شر میں ہے اھ میں کہتا ہوں
کہ لفظ سوسہ تینوں مرتبوں کو عام ہے
یعنی ہا جس اور خاطر اور حدیث النفس
سوسوسہ کی ان تینوں قسموں پر مواخذہ
نہیں ہے اور دونوں حالتوں میں
حکم معافی کا مختلف نہیں ہوتا
اور حدیث النفس پر مواخذہ نہ ہونا تو
حدیث صحیح سے ہے (جو اوپر مذکور ہوئی)
اور بقیہ دو پر (یعنی ہا جس و خاطر پر) عدم
مواخذہ بالاولیٰ ہے۔ کیونکہ جب حدیث
النفس معاف ہے تو اس کے ما قبل
کے درجات (یعنی ہا جس و خاطر جو کہ

صرف عابا بالاولیٰ کما ذکرنا فہذا
 انحل اشکال عویص و هو ان الکلیات
 الشرعیۃ والقواعد العقلیۃ تقتضی
 المواخذۃ علی الاختیاری و عدم
 المواخذۃ علی غیر الاختیاری
 فاختصاص الامۃ المرحومۃ من
 بین الامم ان کان باعتبار غیر
 الاختیاری من المراتب المذکورۃ
 یلزم تکلیف الامم السابقۃ بغیر
 الاختیاری و ہو ینافی الکلیات الشرعیۃ
 و ان کان باعتبار الاختیاری فما الفرق
 بین اختیاری و اختیاری حیث یؤخذ
 علی العزم و لا یؤخذ علی حدیث
 النفس مع اشتراکہما فی کونہما اختیاری
 وجہ الاخلال ان الاختصاص باعتبار
 الاختیاری و الفرق بین العزم و
 بین الخاطو و حدیث النفس ان
 الخاطو کذا حدیث النفس و ان کان
 دفعہ اختیاریا لکنۃ محتاج الی
 قصد الدفع و کثیرا ما یقع الذہول
 عنہذا القصد فی الاول الی التالی
 والثالث فالموأخذۃ علیہ لایافی
 الکلیات الشرعیۃ لکن الرحمة الالہیۃ

۹۰

اُس سے اہوں و اوون ہیں) بدرجہ
 اولیٰ معاف ہونگے اور اگر ٹکریہ خلجان
 ہو کہ حدیث کی بنا پر حدیث کی معافی
 کا حکم اس پر موقوف ہے کہ حدیث
 میں (حدیث النفس کے) اصطلاحی
 معنی مراد ہوں ہوں کی کیا دلیل ہے
 پس اس خلجان کو اس طرح دفع کرو
 کہ یہ اصطلاح عین لغت ہے اور
 نصوص معنی لغویہ ہی پر محمول ہوتے
 ہیں جب تک معافی لغویہ پر کوئی
 شرعی اصطلاح طاری نہ ہو جائے
 اور یہاں طاری نہیں ہوئی۔ پس
 لغوی معنی ہی مراد ہونگے اور لغوی معنی
 (حدیث النفس کے) وہی ہیں جو ہم نے
 اوپر ذکر کیا۔ خوب سمجھ لو۔ اور ہا جس
 پر عدم مواخذہ کا راز یہ ہے کہ یہ اُس
 کا فعل نہیں صرف اس پر ایک ایسی
 شئی وارد ہو گئی جس پر اس کو نہ قدرت
 ہے نہ اس کا کوئی تصرف ہے اور
 خاطر کا درجہ جو اُس کے بعد ہے اگر
 چہ یہ شخص اُس کے دفع پر اس طرح
 قادر ہے کہ ہا جس کے اول ہی وارد
 ہونے کے وقت اُس کو ہٹا دے۔

قد خصت هذه الاممة بالعفو عنه
 كي تمنع الاصر والاعلال التي كانت
 على السابقين عن هذه الامة فهذا
 طريقة اختيارية لكن فيها مشقة
 فكاذت فحر الاصر والاعلال واما
 العزم فلا يخبر لها جس الياء كذلك
 واما يحدث بقصد مستقل فهذا
 هو الفرق بين حديث النفس والعزم
 فمدار العفو هو الاضمار للذوق
 واما المدار اخذة هو العزم المستقل
 ذوات حدث نفسه بالمعصية بعزم
 مستقل وان لم يعزم تلك المعصية
 كالالتزام بصورة الاجنبية قصدًا
 فالظاهر انه لو اخذ عليه وهذا
 الالتزام اذا دخل عندى في عموم
 حديث النفس ثمنى وتشبى وفي
 رواية والقلب يهوى ويتمنى
 الاول الشيخان والثاني مسلم واستقصا
 هذا الحديث علاج عظيم للوساوس
 يزاد له المشاهدة لبعض الاكابر ههنا
 كلام غير هذا لكن لا يختلف اصل
 المقصود -

(مثلاً کسی دوسری جانب میں لگ جاؤ)
 لیکن چونکہ یہ خاطر حدیث النفس سے
 کم ہے اور حدیث النفس حدیث کی
 رو سے معاف ہے اس لئے یہ
 خاطر بدرجہ اولیٰ معاف ہے اور
 اس تحقیق سے ایک سخت اشکال حل
 ہو گیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ کلیات
 شرعیہ اور قواعد عقلیہ کا مقضایہ ہے
 کہ اختیاری پر مواخذہ ہو اور غیر اختیاری
 پر مواخذہ نہ ہو تو مقدمہ ہے آگے
 اشکال ہے کہ (پھر امت مرحومہ کا
 یہ) اختصاص (کہ وسوسہ پر مواخذہ
 نہیں ہوتا) اگر مراتب مذکورہ میں سے غیر
 اختیاری کے اعتبار سے ہے (دیکھیں
 اختیاری پر ان سے مواخذہ نہیں ہوتا
 اور دوسری امم سے ہوتا تھا) تب تو
 امم سابقہ امور غیر اختیاریہ کے
 ساتھ مکلف ہونا لازم آتا ہے اور یہ
 کلیات شرعیہ کا منافی ہے (جیسے لا
 یکلف الله نفساً الا وسعها) ظاہراً
 اس میں نفس عام ہے لاحق اور سابق
 کو) اور اگر اختیاری کے اعتبار سے
 ہے تو خود ایک اختیاری اور دوسری اختیاری میں کیا فرق ہے کہ عزم پر تو مواخذہ

ہوتا ہے اور حدیث النفس پر مواخذہ نہیں ہوتا باوجودیکہ اختیاری ہونے میں دونوں شریک ہیں وجہ حل ہونے کی یہ ہے کہ اختصاص مرتبہ اختیاری ہی کے اعتبار سے ہے اور فرق درمیان خاطر و حدیث النفس کے اور درمیان عزم کے یہ ہے کہ خاطر و حدیث النفس کا دفع اگرچہ اختیاری ہے مگر اس کے لئے قصد کی ضرورت ہے اور اس قصد سے اکثر ذہول ہو جاتا ہے پس ہا جس (اس فی ہول کی حالت میں) اکثر خاطر اور حدیث النفس کی طرف (بلا قصد) ہنجر ہو جاتا ہے سو اس (دخاطر اور حدیث النفس) پر مواخذہ ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ بایں محنی اختیاری ہے کہ اس کا دفع اختیاری تھا جب دفع نہ کیا تو بقا اختیاری ہوا۔ اور اس بنا پر کسی امت کا اس کا مکلف ہونا کلیات شرعیہ کے خلاف نہ تھا) لیکن رحمت الہیہ نے اس امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اس درجہ کو معاف کر دیا جیسے اصر و اغلال (بوجہ اولاً طوق یعنی احکام شدیدہ) کو جو اعم سابقہ پر تھے اس امت سے ہلکا کر دیا پس یہ مرتبہ اختیاری ہے لیکن اس میں شدت تھی اس لئے یہ اصر و اغلال کی ایک فرد تھی باقی رہا عزم تو ہا جس اُس کی طرف اس طرح سے مفضی نہیں ہوتا بلکہ وہ قصد مستقل سے پیدا ہوتا ہے پس یہ فرق ہے عزم میں اور حدیث النفس میں تو مدار عفو وہ انضار ہوا جو ذہول کے سبب ہوا اور مدار مواخذہ عزم مستقل ہوا (جب یہ بات ہے) تو اگر گناہ کا حدیث النفس بھی عزم مستقل سے ہوا اگرچہ عزم لمحصیت نہ ہو جیسے کسی نامحرم عورت کے تصور سے (قصداً) لذت حاصل کرنا سو ظاہر یہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہوگا اور ایسا التذاذ میرے نزدیک اس حدیث کے عموم میں داخل ہوگا کہ نفس (بھی زنا کرتا ہے اور اس کا زنا یہ ہے کہ وہ) تمننا کرتا ہے اور اشتہا کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ قلب میلان کرتا ہے اور تمننا کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ التذاذ بدون اشتہار و میلان کے ہو نہیں سکتا پس یہ التذاذ بھی زنا ہوا) اور اس حدیث کا مستحضر رکھنا و ساوس کا علاج عظیم ہے جس کا مشائخ استعمال کرتے ہیں (اور اسی حیثیت سے اس رسالہ میں یہ حدیث لائی گئی ہے)

اور بعض اکابر (جیسے غزالی رحمہ) کا کلام اس مقام پر اور طرح ہے لیکن اصل مقصود یہیں بدلتا یعنی اختیاری پر مواخذہ اور غیر اختیاری پر عدم مواخذہ خواہ حقیقتہً غیر اختیاری ہو خواہ حکماً ویلقب بیکان هذا الحديث بالحصة في حكم الوسوسة۔

الحديث ان الله تعالى جعل لكل
نبي شهوة وان شهوتي في قيام
هذا الليل اذا قمت فلا يصلي احد
خلفي الحديث (طب) عن ابن عباس
(رض) قلت اكثر ما يستعمل للشهوة
في الرغبة الطبيعية فدل الحديث
ان كون الطاعات مرغوبة طبعاً
حالة محموده وان كفت الرغبة
العقلية اما قوله اذا قمت فلا يصلي
احد خلفي يحتمل وجوهاً احدها ما
نقل العريزي عن المناويسي اى
فان التمتع واجب على دوكم وهذا
كان اولاً ثم نسخوا ادا الحنفى ثم
نسخ بقضية عبد الله بن عباس رضى
حين صلى خلفه صلى الله عليه وسلم
بالليل انتهى وهذا الوجه يتضمن
وجهين احدهما تعليل النسخ
باختصاص وجوب التمتع به صلى
الله عليه وسلم فيتقيد النهى باعتقاد
الوجوب اى لا يصلي احد خلفي

حديث حق تعالی نے ہر نبی کے لئے ایک
خاص اشتہار کی چیز بنائی ہے اور میری
خاص اشتہار شب کے اونٹن میں ہے
(یعنی تہجد کے لئے) میں جب شب کو نماز
میں کھڑا ہوا کروں تو کوئی شخص میرے
پیچھے نماز نہ پڑھا کرے ف میں کتنا
ہوں کہ لفظ اشتہار اکثر اوقات غریب
طبعیہ میں مستعمل ہوتا ہے پس یہ حدیث
اس پر وال ہے کہ طاعات کا طبعاً
مرغوب ہو جانا ایک حالت محمودہ ہے
اگرچہ رغبت عقلیہ (اعتقاد یہ) بھی کافی ہو
اور انسان اسی کا مکلف ہے باقی
یہ ارشاد کہ میں جب شب کو نماز میں کھڑا
ہوا کروں تو کوئی شخص میرے پیچھے
نماز نہ پڑھا کرے یہ کئی وجہ کو محتمل ہے
ایک تو وہ ہے جسکو عزیزی نے مناوی
سے نقل کیا ہے یعنی یہ کہ تہجد مجہم پڑھا
ہے تمپر نہیں اور یہ حکم پہلے تھا پھر
منسوخ ہو گیا حنفی نے اتنا اور زیادہ
کیا ہے کہ پھر عبد اللہ بن عباس کے

كون الطاعات مرغوبة طبعاً

باعتقاد الوجوب ثم بقاء الوجوب
 علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف فیہ
 بین العلماء والامم الثانی نسخہ هذا
 النہی بقضیۃ عبد اللہ وهذا لا یصح
 لان النہی بهذا الاعتقاد یا ق نعم
 لو حمل النہی علی الاطلاق
 لکان للنسخ وجه ولعل مبني هذا
 النہی علی هذا الوجه کراهۃ الجماعۃ
 فی النقل لان الاذن قد یقضى الی
 اجتماع الامم بجماعۃ وهو مکروه والوجه
 الثالث وهو ذوق ان علة النہی
 هو تشویش الخاطر فی وقت یطلب
 فیہ الاجتماع فان الخلوة لہا احکام
 غیر احکام الاجتماع فدل الحدیث
 علی هذا الوجه علی ان لا یدخل
 احد علی احد فی وقت قصد فیہ
 الخلوة فینقل علیہ ولا یعارض هذا
 النہی قضیۃ عبد اللہ فان الماذون
 مستثنی من هذا النہی سواء کان
 الاذن باللسان او بالقیاس بان
 یکون بین الرجلین مبأسۃ وقصۃ
 من ایراد الحدیث ھهنا ھو الوجه
 الاخر فاذن من مسأئل الفرج حاصدہ

کر اینترجمہ جامعۃ فی التجدد للامام سیدی الامام
 ۹۴

واقعہ سے یہ منسوخ ہو گیا چونکہ انہوں
 نے آپ کے پیچھے شب میں (آپ کے
 اذن سے تہجد کی) نماز پڑھی اور یہ وہ
 (مذکور) دو وجہوں کو شامل ہے ایک یہ
 کہ یہ نہی (کہ میرے پیچھے کوئی شخص تہجد
 کی نماز نہ پڑھے) آپ کے ساتھ تہجد کے
 مخصوص ہونے سے محفل ہو یعنی چونکہ
 مجھ پر تہجد واجب ہے اور تم پر نہیں اسلئے
 کوئی شخص میرے پیچھے تہجد نہ پڑھے
 پس اس صورت میں یہ نہی اعتقاد و وجہ
 (تہجد کے ساتھ مخصوص ہوگی یعنی کوئی
 شخص باعتقاد وجوب میرے پیچھے تہجد
 نہ پڑھے) کیونکہ وہ تم پر واجب نہیں
 اور بدون اس اعتقاد کے نہی نہ ہوگی
 کیونکہ مطلق نہی میں اس اختصاص کو
 کوئی دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے آگے
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس
 وجوب تہجد کے باقی رہتے نہ رہتے
 میں علماء میں اختلاف ہے اور وجہ ثانی
 یہ ہے کہ اس نہی (عن الاقتدار فی التہجد
 باعتقاد الوجوب) کو حضرت عبد اللہ
 بن عباسؓ، رضی اللہ عنہما سے منسوخ
 کہا جاتا ہے اور یہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ اس

اهتماما المقر من عن التشویش والاذیاء
بأبلغ وجوه وادقها وهذا كما لطبی
للقوم المعتنون به اشد اعتناء والی
الکلی لا مثال هذه الرعايات هو
قوله عليه الصلوة والسلام المسلم
من سلیم المسلمون من لسان فیده

اعتقاد کے ساتھ ہی اب بھی باقی ہے
یعنی اب بھی تجدیدیں کیلئے اقتدار اس اعتقاد
سے منہی عنہ ہے یہ بھی منسوخ نہیں
البتہ اگر یہی کو اطلاق پر محمول رکھیں اپنی
اعتقاد و وجوب کے ساتھ بھی اقتدار جائز
نہ ہو اور بدو ن اس اعتقاد کے بھی جائز

نہ ہو) تو نسخ ہو سکتا ہے (کیونکہ عبد اللہ بن عباس کی حدیث تقریری اس کے
معارض ہے) اور شاید اس وجہ (اطلاق) پر یہی کامیابی نفل میں جماعت کا مکروہ ہونا
ہو کیونکہ اذن (اقتدار) کبھی چار شخص کے جمع ہو جانے کی طرف مفسی ہو جاتا ہے اور
وہ مکروہ ہے اس لئے آپ نے مطلقاً منع فرمایا ہو (پھر یہ بھی علی الاطلاق حضرت عبد اللہ
کے واقعہ سے منسوخ ہو گئی ہو یعنی یہی میں یہ تفصیل ہو گئی ہو کہ اگر مقتدی چار سے کم ہیں
تو یہی نہ ہو اور اگر چار یا زیادہ ہوں تو یہی ہو) اور تیسری وجہ یہ ہے اور حدیث کے
معنی میں) وہی میرا ذوق ہے کہ یہی کی علت تشویش خاطر ہے ایسے وقت میں جس میں
اجتماع خاطر مقصود ہو (جیسے عبادت خلوت کا وقت ہے) کیونکہ خلوت کے اور احکام
ہیں اور جماعت کے اور احکام ہیں پس حدیث اس بنا پر کی وجہ پر اس پر دال ہوگی
کہ کوئی شخص کسی کے پاس ایسے وقت نہ جاوے جس میں اس نے خلوت کا قصد
کیا ہو کیونکہ اس پر گرائی ہوگی (اس صورت میں یہ حکم منسوخ نہ ہوگا) اور یہی حضرت
عبد اللہ کے واقعہ سے معارض نہ ہوگی کیونکہ (اس صورت میں) جسکو اجازت ہو جاوے
وہ اس نہی سے مستثنیٰ ہوگا (کیونکہ علت نہی کی ثقل و تشویش تھی اور اذن سے علت
مرتفع ہو گئی) اور حضرت عبد اللہ ماذون تھے (اور یہ اذن خواہ زبان سے ہو خواہ قرآن
سے ہو) اس طرح کہ دو شخصوں میں بے تکلفی ہو (کہ اسکی شریکت سے ثقل نہ ہو یا اگر ثقل
ہو تا تو یہ شخص بے تکلفی کے سبب دوسرے کو اطلاع کر دیتا) اور میرا مقصود اس
مقام پر اس حدیث کے لانے سے یہی اغیر وجہ ہے کیونکہ (اس صورت میں) یہ (مدلول)

حدیث افن کے مسائل سے ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ سیکو تشویش میں ڈالنے سے اور ایذا پہنچانے سے بچنے کا بلیغ سے بلیغ اور نہایت دقیق سے دقیق وجہ کے ساتھ اہتمام رکھنا چاہیے اور یہ امر صوفیہ میں مثل امور طبعیہ کے ہے وہ اسکا بہت سخت اہتمام کرتے ہیں اور ایسی رعایتوں کی دلیل کلی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں یعنی اس سے سیکو اذیت نہ پہنچے (اس میں تمام ایسی جزئیات آگئیں جن سے کسی کو گرائی یا کلفت ہو)

الحديث (و لقب بیانہ بالارشاد
الی مسئلة الاستعداد) ان الله تعالى
خلق خلقه في ظلمة فالق عليه من
نوره فمن اصابه من ذلك النور
يومئذ اهتد به ومن اخطاه ضل
(رحمته لك) عن ابن عمر (رضي
قال الحنفی وفي رواية فرش به
طرح ورمي عليهم من نوره اى نوره
فمن سرائد في الاثبات او بيان
اى شيئا هو نوره او تبعيضية له
بعض نوره وفي المشكوة نريادة و
هه قللك اقول جف القلم على علم
الله رواه احمد والترمذى قلت
دلت هذه التريادة ان القاء النور
كان في درجة كتابة المقادير وكان
الخلق سابقا عليه كما هو مقتضى القاء

۹۶

حدیث۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو
ظلمت میں پیدا کیا پھر اون پر اپنا نور
القادر فرمایا سو جس کو اس روز وہ نور
پہنچ گیا اس نے ہدایت پائی اور
جسکو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا اور مشکوۃ
میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں اسی لئے
کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک
ہو گیا میں کہتا ہوں یہ زیادت اسپر وال ہو کہ
یہ القادر نور در مراتب وجود میں اس مرجع میں تھا
جس پر تقدیر لکھی گئی ہو کہیو کچھ اپنے تقدیر کے طے
ہو جانے کو القادر نور پر متضرع
فرمایا ہے اور مسلم کی حدیث
میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
کی تقدیرات کو آسمان وزمین کے پیدا
ہونے سے پچاس ہزار سال قبل

وقد روى مسلم كما في المشكوة
قال رسول الله صلى الله عليه و
كتب الله مقادير الخلائق قبل
ان يخلق السموات والارض
بمئتين الف سنة قال وكان
عرشه على الماء فكان هذا الخلق
في مرتبة لم تكن فيه السموات
والارض فكان قبل خلق آدم
بكتير كان خلقه بعد السموات
والارض كما روى مسلم مرفوعا
في حديث طويل بعد ذكر
خلق الارض وما فيها وخلق
آدم بعد العصر يوم الجمعة في
آخر الخلق وأخر ساعة من
النهار فيما بين العصر إلى الليل
الحديث وكان خلق السموات
والارض في أيام متصلة فكان
خلق آدم بعد السموات والارض
فكان حمل هذا الخلق على خلق
الناس المستخرج من صلب آدم
وحمل القاء النور على نصب الشواهد
والحجج وانزال الآيات التي هي بعد
خلق آدم بكتير وكذا حمل الظلمة

لکھا ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اور اس وقت
اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا یعنی اس وقت
پہلے سے پیدا کر دیا تھا فو حادث ایض
وان کان سابقا علی غیرہ) تو یہ پیدائش
مذکور (جو حدیث میں مذکور ہے) ایجو
مرتبہ میں ہوئی ہے کہ اس میں
آسمان وزمین موجود نہ تھے سو یہ پیدائش
مذکور آدم علیہ السلام سے بہت پہلے
ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش
آسمان وزمین کے بعد ہوئی ہو جیسا
مسلم نے ایک حدیث طویل میں مرفوعا
زمین اور زمین کی چیزوں کی پیدائش
کے بعد روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام
عصر کے بعد جمعہ کے روز آخر خلق میں
اور دن کی آخری ساعت میں عصر اور
راست کے درمیان میں پیدا کئے گئے
اور رحم فضلت کی آیات سے ظاہر
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش
ایام متصلہ میں ہوئی ہے پس آدم علیہ
السلام کی پیدائش زمین و آسمان کے
بعد ہوئی اور پیدائش جو حدیث میں
مذکور ہے آسمان وزمین کے بہت
قبل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا تو اس

على ظلمة النفس الا مارة بالسوء
المحبولة بالشهوات الرديئة في
الاهواء المضلة التي هي بعد خلق
بني آدم في الارض بعيد اكل
البعد خبير لقوله فكان حمل هذا
الخلق وان ذهبت الى امثال
هذا الحمل جماعة من المحشين
والشرار وكذا يبعد القول بعموم
الشهوات الرديئة والاهواء المضلة
للا نبياء عليهم السلام في بدو فطرتهم
شما زالت لها بعد كيف وقد قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من مولود الا يولد على الفطرة
فابواه يهودانه او ينصرانه او
يمجسانه متفق عليه فاذا كان
العوام في بدو الفطرة منزلهين
عن هذه القاذورات فكيف
بالانبياء عليهم السلام فالاقرب
في تفسير هذا الحديث عنده
ذوقا ان يقال ان هذا النور هو
الاستعداد الهداية والقلالو
هو اعطاء هذا الاستعداد وهذه
الاصابة بالارادة والاختيار

پیدائش (مذکور فی الفتن) کا اوّل وقت
کے پیدائش پر محمول کرنا جو آدم علیہ
السلام کی صلب سے مستخرج ہوئے
اور انوار نور کا اقامت شواہد و دلائل
اور انزال آیات پر محمول کرنا جو آدم
علیہ السلام کی پیدائش کے بہت
بعد واقع ہوا اور اسی طرح ظلمت کا نفس
امارہ کی ظلمت پر محمول کرنا جو کہ شہوات
رویہ اور گمراہ کن خواہشوں پر محمول
کیا گیا ہے جس کا بنی آدم کے زمین
پر پیدا ہونے کے بعد وقوع ہوا ہے
یہ سب بہت بعید ہے (کیونکہ حدیث
متن میں جو خلق اور انوار نور و ظلمت
مذکور ہے یہ سب آدم علیہ السلام
سے بہت پہلے ہیں اور یہ محامل بنی
ذرات مستخرجہ اور اقامت دلائل
و ظلمت نفس امارہ یہ سب آدم علیہ
السلام کے بعد ہیں تو یہ حمل کیسے
صحیح ہوگا) اگرچہ ایسے حمل کی طرف
ایک جماعت محشین اور شراح کی گئی
ہے نیز اس کا قائل ہونا بھی بعید ہے
کہ شہوات رویہ و اہوار مضلہ بدو
فطرت میں حضرات انبیاء علیہم السلام

منہ تعالیٰ رحمتہ و کذا ہذا الخطأ
 النفس بعد ما الاصابۃ بالارادة
 والاختیار منہ تعالیٰ حکمتہ ولا یسئل
 عن علۃ ہذا الرحمة و ہذا الحکمة
 لانه سوال عن القدر ولم یوذن
 فیہ فکان معنی الحدیث ان اللہ
 تعالیٰ خلق خلقہ اے المکلفین خالین
 عن ہذا الاستعداد ثم افاض علی
 من شاء منہم ذلك الاستعداد
 رحمتہ ولم یفیض علی من شاء منہم
 حکمتہ فافتدای بعضهم بوجود ذلك
 الاستعداد و ضل بعضهم بفقد ہذا
 الاستعداد ثم ہذا الفقد علی
 قسمین الخلو عن ذلك الاستعداد
 مع الخلو عن ضلہ وتلك حالة من
 لم تبلغ العروة فكانوا معدومین
 وان كانوا ضالین بمعنی عدم الاهتداء
 والثانی الخلو عن ذلك الاستعداد
 والا تصاف بضلہ وتلك حالة من
 بلغت العروة ولم یقبل وہم ضالون
 ضلوا لا یعذبون علیہ فذل الحدیث
 علی کون الاستعداد جمعولا و کون
 الباری تعالیٰ مختاراً فی اعطاء

کے لئے بھی عام تھے پہر بعد میں داخل کر دیے
 گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا ہے ہر مولود فطرت (صحیح) پر پیدا
 کیا جاتا ہے پہر اس کے والدین اسکو
 یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں
 پس جب عوام الناس بدو فطرت میں
 ان گندگیوں سے پاک ہوتے ہیں تو
 حضرات انبیاء میں اس کے خلاف
 کیسے ہو سکتا ہے (اس لئے حدیث
 کی تفسیر مشہور صحیح نہیں ہو سکتی) پس
 اقرب اس حدیث کی تفسیر میں میرے
 ذوق سے یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ
 یہ نور ہدایت کی استعداد قریب ہے
 اور ظلمت اس استعداد سے خالی
 ہونا ہے اور القار نور اس استعداد
 کا عطا فرمانا ہے اور یہ (نور کا) پہونچ
 جانا حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار
 سے ہے بنا بر رحمت کے اسی طرح
 (نور کا) نہ پہونچنا یہ ہی حق تعالیٰ کے
 ارادہ و اختیار سے ہے بنا بر حکمت
 کے اور اس رحمت اور حکمت کی علت
 کا سوال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ سوال

تختی سلطنت الاستعداد

ومنعہ وقد زل ههنا بعض وصل
حيث حكموا بكون الاستعداد
غير مجعول وكونه تعالى غير مختار
في ضد مقتضاه وانما قالوا بذلك
ههنا عن لزوم اشكال جبر الباعث
تعالى للعبد بان ما صدر عن العبد
وان كان بخلق تعالى لكنه خلق ما
خلق لا جبر بل لاقتضاء استعداد
وكان مستنعا بتدليله لقدومه وكذا
كان مستنعا خلق ما خالف ذلك
الاستعداد لان القوة شرط للفعلية
اه قلت واختلط عليهم هذا الاستعداد
بالاستعداد بمعنى الامكان الذاتي
وهو قد يحدو غير مجعول ولا محذور
في كونه غير مجعول لانه امر عادي
محض لا يقبل الجعل ولا يزول ههنا
الامكان ابدأ عن الممكن لان الامكان
لا يكون الا ذاتيا ولا يكون بالغيب
لانه لو كان بالغيب لزم ان يكون
واجبا في ذاته او مستنعا بذاته
فيلزم انقلاب الحقائق وهو محال
واذا كان ذاتيا لا ينفك عن الممكن
ابدا لا في وجوده ولا في عدمه

۱۰۰

تقدير کے متعلق ہے جس کی اجازت
نہیں دی گئی پس حدیث کے معنی یہ ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مکلف مخلوق
کو اس استعداد (مذکور اسے) اولاً
خالی پیدا کیا پھر جس پر منظور ہوا
اس استعداد کو بنا بر رحمت کے
فائض فرمایا اور جس پر منظور ہوا بنا بر
حکمت کے فائض نہیں فرمایا پس
بعضے اس استعداد کے موجود ہونے
سے ہدایت یافتہ ہو گئے اور بعضے
اس استعداد کے مفقود ہونے سے
گمراہ ہو گئے پھر یہ مفقود ہونا دو قسم
پر ہے ایک اس استعداد سے حالی
ہونا اور اس کی ضد سے بھی خالی ہونا
اور یہ اس شخص کی حالت ہے جسکو
دعوت نہیں پہنچی سو وہ معذور ہیں
اگرچہ گمراہ ہاں معنی ہیں کہ وہ ہدایت
یافتہ نہ ہوئے اور دوسری قسم اس
استعداد سے خالی ہونا اور اس کی
ضد کے ساتھ متصف ہونا اور یہ اس
شخص کی حالت ہے جس کو دعوت پہنچی
مگر اس نے قبول نہیں کیا اور یہ ایسی
گمراہی سے گمراہ ہیں جس پر معذور نہیں

فہو انزلی ابدی لکنہ لہا لہ یکن
وجودیا لایلز مالحد و س اذالحد و ر
انزلیۃ شئی موجدو دلان شئی معدو
لان الاعدام کلہا ازلیۃ فہذا حکم
الاستعداد بمعنی الامکان واختلط
علیہم ومع ذلك لم یخلصوا عن الاشکال
بل لنہم اصعب من ذلك لانہم
ہر یو عن کون الباری تعالیٰ جابرا
ولزمہم کونہ تعالیٰ مجبور اغیبتنا
لا یقدران یخالف مقضیۃ الاستعداد
وہل هذا ازہر با عن المطر ووقوفنا
تحت المیزاب فتفکرو تذکرو تدبر
وتبصرو وتشکرو۔

پس (اس تفسیر مذکور کی بنیاد پر) یہ حشر
استعداد کے مجہول ہونے پر اور باری تعالیٰ
کے اپنے اعطاء اور عدم اعطاء میں مختار
ہونے پر دال ہوگی اور اس مقام پر
بعضوں کو لغزش ہو گئی ہے اور گمراہ
ہو گئے ہیں اس طرح سے کہ انہوں
نے استعداد کے غیر مجہول ہونے کا
اور استعداد کے مقتضا کے خلاف میں
حق تعالیٰ کے غیر مختار ہونے کا حکم
کر دیا اور وہ لوگ اس کے صرف اس لئے
قائل ہوئے تاکہ اس اشکال کے لازم
آنے سے بچے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
بندہ پر جبر فرمایا ہے (اور بچنا) اس طرح

۱۰۱

(سے ہے) کہ بندہ سے جو کچھ صادر ہوا ہے وہ اگرچہ حق تعالیٰ ہی کے پیدا فرمانے
سے ہے لیکن حق تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا وہ جبر نہ تھا بلکہ اس کی استعداد کی
اقتضائے سے تھا اور اس کی تبدیل محال تھی کیونکہ وہ قدیم ہے اسی طرح اس
استعداد کے خلاف پیدا کرنا بھی ممنوع تھا کیونکہ فعلیت کے لئے قوت شرط ہے
(اگر خلاف پیدا کرتے اس کی قوت تھی نہیں) اس میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں پر
یہ استعداد اور استعداد بمعنی امکان ذاتی مختلط ہو گئی اور وہ امکان ذاتی قدیم
ہے اور غیر مجہول ہے اور اس کے غیر مجہول ہونے میں کوئی محذور نہیں کیونکہ
وہ امر عدمی محض ہے جو جعل کو قبول نہیں کرتا اور یہ امکان ممکن سے کبھی منفک
نہیں ہوتا کیونکہ امکان ہمیشہ بالذات ہوتا ہے بالغیر نہیں ہوتا کیونکہ اگر امکان
بالغیر ہو تو لازم آتا ہے کہ وہ شے ممکن واجب بالذات یا ممکن بالذات ہوگی (پھر ممکن

بن گئی، تو انقلاب حقائق لازم آوے گا اور وہ محال ہے اور جب امکان ذاتی ہوا تو ممکن سے کبھی منفک نہ ہو گا نہ اوس کے وجود کی حالت میں اور نہ عدم کی حالت میں پس وہ امکان ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے لیکن چونکہ وہ کوئی وجودی چیز نہیں (بلکہ اوس کی حقیقت عدم الوجوب وعدم الانتناع ہے جو کہ عدمی محض ہے) اس لئے کوئی محذور لازم نہ آوے گا اس لئے کہ محذور کسی شے موجود کا ازلی ہونا ہے نہ کہ کسی شے معدوم کا اس لئے کہ اعدام سب ازلی ہیں سو یہ حکم اوس استعداد کا ہے جو بمعنی امکان کے ہے اور اون لوگوں پر وہ مختلط ہو گئی اور باوجود اس (امر باطل کے قائل ہونے کے) اوس اشکال سے اون کو خلاصی نہیں ہوئی بلکہ اوس سے زیادہ سخت اشکال اون پر لازم آگیا اس لئے کہ وہ باری تعالیٰ کے جابر ہونے سے بھاگے تھے اب اون پر باری تعالیٰ کے ایسے مجبور و غیر مختار ہونے کا اشکال لازم آگیا کہ (نعوذ باللہ) وہ اوس استعداد کے مقتضا کے خلاف پر (بہی) قادر نہیں اور اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ بارش سے بھاگے تھے اور پر نالے کے نیچے کھڑے ہو گئے پس خوب تفکر اور تذکر و تدبر و تبصر سے کام کرو اور اس تحقیق پر شکر کرو۔

الحديث ان الله تعالى مع الدائن حتى يقضى دينه ما لم يكن دينه فيما يكنه الله تعالى (قوله) عن عبد الله بن جعفر (ص) في هذا اصل لما عليه بعض اهل الطريق لا يبالون بالدين في الخير ولو غير واجب وبعضهم يأخذون بجانب الحزم في ذلك نظراً الى لوجه

عنه في القاموس جلد ۱۸ و مدین و مدین و مدین و مدان عليه دين الحزم

حدیث اللہ تعالیٰ مدیون کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنا دین ادا کر دے جب تک کہ اوس کا دین ایسی چیز کیلئے نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں و یہ اصل ہے بعض اہل طریق کے معمول کی کہ امور خیر کے لئے قرض لینے میں ہاک نہیں کرتے اگرچہ وہ جواب نہ ہوا اور بعض احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں سو پہلی جماعت و عید کو مکروہ شرعی ہے

الحزب الحزمی فی الدین

فيه والاولون يحمون الوعيد
على المكروه شرعاً والآخرون يمحون
الفضل على ما لا بد منه ولكل جهة
هو صوابها۔

الحديث ان الارض لتجرح الله
تعالى من الذين يلبسون الصوف
سرايا (فرا) عن ابن عباس رض (ض) اف
فيه ذم للصوفية المرائين و
لنعم ما قيل في مثل الملبس المرائي
نقد صوفي نہ ہر صافی و بے غش باشد
لے بساخر قہر مستوجب آتش باشد

الحديث ان العبد آخذ عن الله
تعالى ادا بحسنا اذا وسع عليه وسع و
اذا امسك عليه امسك (حل) عن
ابن عمر (ض) اف فيه فضل لمن يتبع
اقتضاء الوقت ويسيه بآبن الوقت في
احد الاصطلاحين و امثال هذه
الرعاية كثيرة في الصوفية وفي مثل
ذلك قيل

صوفي ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

محمول کرتے ہیں اور دوسری جماعت
فضیلت کو ضرورت پر محمول کرتے
ہیں اور ہر ایک کی جدا جہت ہے کہ
وہ اس کی طرف رخ کئے ہے۔

حدیث زمین اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتی
ہے اون لوگوں سے جو صوف کا لباس
ریا سے پہنتے ہیں کہ لوگ اون کو صوفی
صوفی کہیں اف اس میں ریاکار صوفیوں کی
مذمت ہے اور ایسے منافق لباس کے
باب میں خوب کہا گیا ہے نقد صوفی الخ
اعربى حصه میں دیکھ لو

حدیث بندہ اللہ تعالیٰ سے حسن ادب
حاصل کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس پر
وسعت فرماتا ہے وہ بھی (دوسروں پر)
وسعت کرتا ہے اور جب اس پر تنگی فرماتا
ہے وہ بھی تنگی کرتا ہے (یہ نہیں کہ اپنی ایک
وضع قرار دیکر اسکو بنا ہوتا ہے اور اس میں
تکلیف اٹھاتا ہے اف اس میں اس
شخص کی فضیلت ہے جو اقتضائے حال
کے تابع رہتا ہے اور ایسے شخص کو ایک
اصطلاح میں ابن الوقت کہا جاتا ہے

(اور دوسری اصطلاح میں: اس مغلوب الحال پر اطلاق کیا جاتا ہے) اور ایسی
رعایتیں صوفیہ میں کثرت سے ہیں اور ایسے ہی باب میں کہا گیا ہے صوفی ابن الوقت

ذم الصوفی المرائی

۱۰۳

اتباع اقتضاء الوقت

ادب الوعظ

باشد الخ (عربی حصہ میں دیکھ لو)
الحديث ان احداكم مرأة
 اخيه فاذا سرائى به اذى فليطه
 عنه ف في هذا التشبيه ادب
 النہی عن المنکس لشخص معین بان
 یطلعہ علی عیبہ ولا یطلع علیہ غیرہ
 کما ان شان المرأة هذا یعینہ۔

حدیث تم میں سے ہر شخص اپنے بہائی
 (مسلمان) کا آئینہ ہے پس جب وہیں
 کوئی گندگی (یعنی عیب کی بات) دیکھے
 اوس کو اوس سے (آئینہ کی طرح) دور
 کر دے۔ **ف** آئینہ کے ساتھ نسبت
 دینے میں کسی معین شخص کو بھی عن المنکر
 کرنے کا ادب بتلایا گیا ہے اس طور
 سے کہ خود اوس کو تو اوس کے عیب پر مطلع کر دے اور دوسرے کو مطلع نہ کرے
 چنانچہ آئینہ کی بعینہ ہی شان ہوتی ہے کہ آئینہ تو اوس کا عیب ظاہر کر دیتا
 ہے مگر دوسرے کو اطلاع نہیں کرتا چنانچہ ظاہر ہے۔

حدیث اللہ کے دین کی نصرت وہی
 کر سکتا ہے جو اوس دین کو اوس کی
 تمام جوانب سے احاطہ کئے ہو یعنی
 جس کے دین میں کچھ نقص ہوگا اگرچہ
 وہ نقص من وجہ ہی ہو اوس کو دین
 الہی کی نصرت کی توفیق نہیں ہوتی اور
 یہ بیان ہے اصل عادت الہیہ کا پس یہ
 مضمون اوس حدیث کے منافی نہ
 ہوگا جس میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 اس دین کی تائید فاجر شخص سے
 بھی کر دیتا ہے کیونکہ یہ نادر ہے کسی
 عارض کی وجہ سے اور سنت مستقرہ
 نہیں ہے اور اسی مقام سے تم صفحہ

الحديث ان دين الله لن ينصر
 الا من احاطه من جميع جوانبه (الحاكم)
 یعنی من کان فی دینہ نقص ولو من
 وجه لم یوفق لنصرة دين الله
 وهذا بیان لا صل سنة الله فلا
 ینافی ما ورد ان الله لیوئد هذا
 الدین بالر جل الفاجر فانه نادر
 لعارض ولیست سنة مستقره و
 من شر تری القوم یمتقون لمن
 تشبہ بهم ان یکمل دینهم فلا
 یرون فیہم شیئا یخل بالکمال الا
 یواخذون علیہ فیمسبهم الجاهل
 غلاظا مثل داودا شاهم عن ذلك۔

۱۰۴

مرآة القوم بتکبیل اہلہم

دیکھتے ہو کہ اپنے متوسلین کے لئے اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ اولن کا دین مکمل ہو جاوے پس اولن میں ذرا بھی کوئی بات دیکھتے ہیں جو کمال میں مخل ہو وہ اس پر مواخذہ کرتے ہیں پس جاہل آدمی اولن کو غلیظ شدید سمجھتا ہے اور حاشا وکلا جو وہ ایسے ہوں۔

الحديث ان الشيطان سر بها سبقكم بالعلم ومن الکنی من یومئذ لکنه لیس للبغاسرے قطعاً فعله یکنو خیر للخریطی، فیه انه لا یغتر المرء بعلمه فان اصل الامر هو العمل و انما العلم مقدمة له ومحض المقدّم بدون المقصود لیس بشئ وکون الشیطان سابقاً بالعلم فی بعض الاوقات کما هو المدلول العقلی کذلک هو المدلول العقلی ایضاً فانه یلبس علی العلماء کثیراً فی العلوم کما هو شاهد فی المبتدیین ولا یقدر احد علی التلبیس فی شئ حتی یكون الملبس علم من یلبس علیه نہیں دے سکتا جب تک کہ تلبیس کرنے والا اس شخص سے اوس شے میں زیادہ علم (و جہارت) نہ رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

الحديث - ان فلا نا اهدی الی ناقة فوضتہ منہاست بکرات فضل ساخطاً لقد هممت ان لا اقبل هدیة الا من قر شئ او انصارے

حدیث۔ شیطان بعض اوقات تم سے علم میں بڑھ جاتا ہے ف اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کو اپنے علم پر وہو کہ نہ کھانا چاہیے کیونکہ اصل چیز عمل ہے اور علم تو اس کا ایک مقدمہ ہے اور محض مقدمہ بدون مقصود کے کوئی چیز نہیں اور شیطان کا بعض اوقات علم میں سابق ہو جانا جیسا مدلول نقلی ہے (جیسا حدیث بالا سے ثابت ہوا) پہلے مدلول عقلی بھی ہے کیونکہ وہ علماء پر علوم ہی میں بکثرت تلبیس کرتا ہے جیسا بدعتی علماء میں اس کا مشاہدہ ہے اور کوئی شخص کسی کو کسی شے میں وہو کہ شخص سے اوس شخص سے اوس شے میں زیادہ علم رکھتا ہو جس پر تلبیس کرتا ہے۔

حدیث فلاں شخص نے جھکو ہدیہ میں ایک ناقہ دی ہے۔ اس نے اوس کے عوض میں چہ جوان اونٹ دیئے مگر وہ ناراض رہا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجز قرشی

ردا بدیتہ بالحدیث

او ثقفہ او دوسی (حمت) عن ایہیہ
 (رحمہ) ف دل علی جو انرا سر داہلہ دیۃ
 بعد اس صحیحہ کما عزمہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم علی عدم قبولہا
 ممن یمدٰی لطلب الجزاء ویسخط
 بالجزاء القلیل وتخصیص ہذا فی
 القیائل لا تصافہم بکام الاخذ
 وشرف النفس وطیب العنصر اذا
 اھدی احداہم اھداہا عن
 سماحة نفس لا للحصر فیلحق بہم من
 سواہم ممن اتصف بشرف النفس فلا
 تذافع بینہ و بین ما وراہ من انہ
 قبل من غیرہم۔

۱۰۶

یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کے کسی کا ہدیہ
 قبول نہ کروں گا ف اس حدیث سے
 معلوم ہوا کہ کسی صحیحہ قدر سے ہدیہ کا رد
 کر دینا بھی جائز ہے جیسا حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے (اس واقعہ میں) اس پر
 عزم فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ
 فرماویں گے جو ہدیہ میں بدلہ چاہے
 اور قلیل بدلہ میں ناراض ہو اور ان
 قبائل کی تخصیص اس لئے کی کہ یہ لوگ
 مکہ ارم اخلاق اور شرافت نفس اور
 اصل کی پاکیزگی کے ساتھ موصوف ہیں
 اور یہ تخصیص حصر کے لئے نہیں اور
 ان قبائل کے علاوہ جو اور لوگ شرافت
 نفس کے ساتھ متصف ہوں وہ بھی ان ہی کے حکم میں ہیں پس اس حدیث میں اور
 دوسری جن حدیثوں میں دوسرے لوگوں سے ہدیہ قبول کرنا وارو ہے اول میں
 تعارض نہیں۔

حدیث اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے
 ہوتے ہیں جن کو (خاص) نعمتوں کیساتھ
 مخصوص فرماتا ہے اور ان نعمتوں کو
 اول میں برقرار رکھتا ہے جب تک
 وہ اوس کو صرف کرتے رہتے ہیں پھر
 جب وہ اوس کو مستحقین سے روک
 لیتے ہیں تو اول سے لیکر دوسروں

الحديث ان الله تعالى عبدا
 يختصهم بالنعم لمنافع العباد ويقرها
 فيهم ما بذلوا لها فاذا منعوا ما نزعها
 منهم فحولها الى غيرهم ابن ابي الدنيا
 في قضاء الحوائج (طب حل) عن ابن
 عمر (رح) في الحديث نأج عليه بجل
 بما اتاهم الله من فضله ما لا كان

نعم من نأج عن اعادة الناس

اوعلما ظاہراکان اوباطناوحسبوا
ان الکملات کافہا مملوكة لہم
ولا ینافون اللہ ان ینہب بالذ
آتاہم وامانع شی من غیر اہلہ
فلیس من البخل فی شیء۔

کی طرف منتقل فرمادیتا ہے ف یہ حدیث
اولن لوگوں کی مذمت فرما رہی ہے جو
اللہ تعالیٰ کے دے ہوئے فضل
میں بخل کرتے ہیں خواہ وہ دی ہوئی
چیز مال ہو یا علم ہو پھر وہ علم خواہ ظاہری
یا باطنی ہو اور یہ سمجھتے ہیں کہ کمالات گویا ان کی ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے دیتے
نہیں کہ جو کچھ اولن کو دیا اوس کو سلب کرے باقی کسی چیز کا اوس کے غیر اہل سے
روک لینا (اور اوس کو نہ دینا) اوس کو بخل سے کوئی سس نہیں (بلکہ یہ تو
شرعاً مطلوب ہے)

الحديث ان الله تعالى عبدا
يعرفون الناس بالتوسم الحكيم
والدرا عن انس (ح) قال العزیزی
عن التقریب توسمت فیہ الخیر
تفرست قال الحنفی ای یدکون
الناس ای یواظبہم بالتوسم ای
بالکشف والالہام وھذا فراسة
المؤمن فی خبر اتقوا فراست المؤمن
ام ف فیہ اثبات لصحة بعض الالہام
والکشف وقد صح من لا یحصى من
الصحاء والاولیاء صحة لا یكون مع
شیء من التلبیس لکن مع ھذا الیس
حجة شرعیة ونظیرہ من الاحکام
امشہور ان من رای ھلال شوال

حدیث اللہ تعالیٰ کے بعض ایہ
بندے ہیں کہ وہ لوگوں (کی حالت)
کو فراست سے پہچان لیتے ہیں حدیث
میں جو توسم کا لفظ ہے عزیزی نے
فراست سے تفسیر کی ہے اور حنفی
نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کی
باطنی حالت کو کشف والہام سے دریافت
کر لیتے ہیں اور اس حدیث میں کہ اتقوا
فراست المؤمن فراست سے یہی
مراد ہے ف اس حدیث میں دلیل
ہے بعض الہام اور کشف کے صحیح ہونے کی
اور پیشمار صلحہ واولیاء سے اس کا
ایسا ثبوت ہے کہ اس میں کسی تلبیس
کی آمیزش نہیں لیکن باوجود اس

لتسعة وعشرين من رمضان في الغيم
ولم تقبل شهادته لكونه واحدا
فرؤيته وان كانت صحيحة خالية
عن الالتباس قطعاً لكن ليس حجة
حتى للرائي نفسه حيث يجب علي ان
يصوم غداً كسائر الناس فالصحة
لا يستلزمها الحجية فايالك والتفريط
حيث تنكر صحتها والا فراط حيث
تقوم بها كما نزل البعض حيث حكوا
بجحة الكشف والاولها مكن لصاحبها
وقد عرفت ما هو الحق فيه وقل
من به على هذا الفرق -

۱۸

(صحت) کے وہ حجت شرعیہ نہیں ہے
اور اس کی نظیر احکام مشہورہ سے
یہ ہے کہ جو شخص عید کا چاند ابرہیں
رمضان کی اوثقیس تا سبغ کو دیکھ لے
مگر قاضی کے یہاں بوجہ احد ہو چکے شہادت
قبول نہ ہو تو اس کا چاند دیکھنا اگر چہ واقع
میں یقیناً بالکل صحیح اور التباس سے
خالی ہو مگر حجت نہ ہوگی جتنے کہ خود دیکھنے
والے کے لئے ہی حجت نہ ہوگی چنانچہ
اس پر واجب ہوگا کہ اگلے روز سب
کے ساتھ روزہ رکھے پس صحیح ہونا
حجت ہونے کو مستلزم نہیں پس تم
تفريط سے ہی بچنا کہ کشف والہام کی صحت ہی کا انکار کرنے لگو اور افراط سے بچنا
کہ اون کو حجت سمجھنے لگو جیسا بعض کو لغزش ہو گئی ہے کہ کشف والہام کی حجیت کا حکم کر دو
لیکن صرف اپنے ہی لئے اور تم کو معلوم ہو چکا کہ اس میں حق کیا ہے - (یعنی اپنے لئے
ہی حجت نہیں) اور بہت کم ہیں جنہوں نے اس فرق پر تنبیہ کی ہو کہ صحت اور حجت
ہے اور حجیت اور چیز ہے -

حدیث اللہ تعالیٰ کے بہت سے
بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو
قل سے محفوظ رکھتا ہے (یعنی اون پر
کسی مخلوق کو مسلط نہیں فرماتا)
اور اون کی عمروں کو دراز فرماتا ہے
اور اون کو اچھا رزق دیتا ہے (اچھے

الحديث ان الله عبداً يرضيهم
عن القتل ويطيّل اعمارهم في
حسن العمل ويحسن امرنا قهر
ويجيد امرنا في عافية ويقبض امرنا
في عافية على الفرش فيعطيه من مناسله
الشهداء (طب) عن ابن مسعود (ض)

وبطریق اخر عن ابن عمر نحوه و زاد
اولئك الذين نمر عليهم الفتن كقطع
اللیل المظلم وهم منہا فی عافیة
(طب حل) قال العزیزی للطریق
الثانی حدیث حسن ف فیہ ان
تسلیط البلاء لیس من لوازم الولاية
وما مراد ان اشد الناس بلاء الانبیاء
الحدیث فوجہ الجمع اما حملہ علی
الاكثر وحمل حدیث المتن علی الاقل
واما حملہ علی الاصح من المعنوی
والحسی وحمل حدیث المتن علی
الحکم فقد ثبت عن بعض الاولیاء
انهم عاشوا فی احسن تنعم ماتوا
فی راحة وبعضهم عاشوا
فی آلام و اسقام و ماتوا فی غربۃ
و کربة و الكل راحة و حکمة

ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حلال دیتا ہے
اور فراخی سے دیتا ہے اور اول کو
عافیت میں زندہ رکھتا ہے اور اونکی
جان عافیت کے ساتھ اونکے بستر و پیر
قبض فرماتا ہے پھر اول کو شہداء کے
مراتب عطا فرماتا ہے اور دوسری حالت
میں یہ اور زیا دہ کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں
کہ اول پر ایسے فتنے گذر جاتے ہیں کہ
جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوتے
ہیں اور وہ اول فتنوں سے ہی عافیت
میں رہتے ہیں اس حدیث میں اس پر
دلالت ہے کہ بلاؤں کا مسلط ہونا لوازم
مقبولیت سے نہیں جیسے بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ بزرگ ہمیشہ مصیبت میں
مبتلا رہتے ہیں اور یہ جو حدیثوں میں
آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت بلا میں
انبیاء ہوتے ہیں سوان دونوں میں وجہ تطبیق دو ہیں یا تو دوسری حدیث کو اکثری حالت
پر محمول کیا جاوے اور پہلی حالت کو اقل حالت پر کہ اکثری حالت تو بلا ہی کی ہے لیکن بعض کیلئے
ایسا نہیں ہوتا اور یا دوسری حدیث میں بلا سے مراد عام لی جاوے خواہ بلا محض
ہو یا حسی ہو (تو اس سے کوئی خالی نہیں اور پہلی حدیث کو بلا حسی پر محمول کیا جاوے
کہ او اس سے بہت بندے خالی ہوتے ہیں گو باطنی بلا یعنی مجاہدہ و فکر و حزن میں مبتلا
ہوتے ہیں چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی حالت ثابت ہوئی ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تنعم میں
زندہ رہے اور کامل راحت میں وفات فرمائی اور بعض طرح طرح کی تکالیف اور

اور امراض میں زندہ رہے اور غربت اور غربت میں وفات فرمائی اور یہ سب حالتیں رحمت و حکمت ہیں کسی حالت میں رحمت ظاہر ہے کسی میں غنی اور محنت سب حالات میں ہے ا ف وجہ جمع کو سوچتے ہوئے مثنوی کی طرف رجوع کیا و فتر سوم کے ختم کے قریب یہ اشعار نکلے

گاہ گفتمے کایں بلائے بے دوست گاہ گفتمے کایں حیات جان ماست
گاہ فریادش بگردوں بر شدے گہ خیال و لبرش ہمد بے دوست
جس سے تائید ہوتی ہے جمع کے وجہ ثانی کی کہ بلار عام ہے یہ شخص صاحب حکایت
ظاہر بلار میں تھا اور باطن لطف و لذت میں تھا فقط

الحديث ان للمسلم حقاً اذا
اخوته ان يترحموا له (ابن علقمة)
بن الخطاب (ض) ف وهذا كالاخلاق
اللازمة للقوم كما هو مشاهد
منه من اس كونه شاط هو اسے اور میرے بیٹھنے کی جگہ کا اہتمام کرتا ہے ف اور یہ صوفی
کے گویا اخلاق لازمہ سے ہے جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے جس سے اس قوم کی فضیلت
معلوم ہوتی ہے کہ مطلوبات شرعیہ اون کے عادات طبعیہ ہو گئے ہیں۔

الحديث ان لكل امة اميناً و
ان امين هذه الامة ابو عبيدة بن
الجراح (خ) عن انس (رحمہ اللہ)
ان لكل امة حكيماً وحكيم هذه الامة
ابو الدرداء (ابن عساکر عن جبير)
ابن نفيع مرسل (ض) ف دل لحدیث
على استحسان التلقين الحسن لمن
هو اهله وقد شئوا في عادات

الحديث ان لكل امة اميناً و

التلقين الحسن لمن هو اهله وقد شئوا في عادات

حديث هرامت کا ایک امین ہے اور
اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراح
ہیں **حديث هرامت** کا ایک حکیم ہے
اور اس امت کے حکیم ابو الدرداء ہیں
ف دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں
کہ کسی کو کوئی اچھا لقب دیدینا مستحسن
ہے بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو اور بعض
مشائخ کے معمولات میں اس کا مشاہدہ

بعض المشائخ۔

ہوا ہے کہ اپنے سلسلہ میں داخل ہونے

والوں کو کوئی خاص جدید لقب دیتے ہیں مگر اہلیت شرط ہے۔

الحديث (ولقب بياناً بالتحريض

على صالح التحريض) ان مثل لدن

يعوفى عطيتة كمثل الكلب اكل

حتى اذا شبع قاء ثم عاد في قبعة فأكله

عن ابى هريرة (رح) فاعلم ان الحديث

محمول عند الحنفية على الاستقباح

لا على التحريم كما في الهداية وهذا

الاستقباح عند بعضهم كراهة

التنزيه وعند بعضهم كراهة

التحريم كذا في الدر المختار و

عند غيرهم للتحريم والحديث

بظاهره يدل على التحريم لان

العود في القئ حرام لكن اذا نظر

الى الاكل وهو الكلب يدل على

عدم التحريم لان فعل الكلب لا

يوصف بالتحريم وعلى تفسير الحنفية

يدل الحديث على مسألة مهمة عملية

يستعملها المحققون من الصوفية في

تربية اصحابهم وهى انهم قد يتكلمون

في مخاطبات اصحابهم بعبارة هى موصلة

لحقيقة لكنها موهمة للحقيقة اخرى هـ

حديث (اور اس حديث کی تشریح

کا لقب یہ ہے التحريض على صالح التحريض)

جو شخص اپنی دی ہوئی چیز کو واپس کرے

ہو سکی مثال کتے کی سی ہے کہ اول

کہاتا ہے یہاں تک کہ جب پیٹ بھر جاتا

ہے قے کر دیتا ہے پھر اوس قے کو

چاٹتا ہے ف جانا چاہئے کہ یہ حد

حنفیہ کے نزدیک تفسیر پر محمول ہے نہ

کہ تحریم پر جیسا ہدایہ میں ہے پھر تفسیر

بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہو

اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہو

جیسا در مختار میں ہے اور غیر حنفیہ کے

زودیک یہ حدیث تحریم کے لئے ہو

اور حدیث اپنے ظاہر الفاظ سے تحریم

پر دلالت کرتی ہے کیونکہ قے کا چاٹنا

حرام ہے لیکن جب اوس قے کے چاٹنے

والے کی طرف نظر کیجاوے کہ کتا ہے

تو پھر حدیث عدم تحریم پر دلالت کرتی

ہے کیونکہ کتے کا فعل تحریم کے ساتھ ہوتا

نہیں ہوتا یہ تو اختلاف مذاہب کا بیان

تھا آگے اس حدیث سے ایک مسئلہ

غیر مدلولہ ویریدون ایہام الخطاب
 لہذا الحقیقۃ الاخری لمصلحتہ راجعۃ
 الی الخطاب ومن شرطہا کون هذا
 المصلحتہ بحیث لو اسرید تحصیلہا بطریق
 الظاہر لساغ لکن ذلک الطریق
 کان صعبا علیہ وذلک الطریق الموهوم
 سہل علیہ ومن امثله هذه المسئلة
 جواب استاذی مولانا محمد یعقوب
 رحمہ اللہ تعالیٰ لبعض الذاکرین
 شکالیہ رحمہ اللہ عما ملأواہ
 علی الذکر فیہ آثار الجحد
 عن المداومۃ وراى انہ لا یرضی
 بالعمل الغیر الدائم وانہ لولہ
 یتیسر لہ المداومۃ لترك العمل التکلیفۃ
 فاجاب رحمہ اللہ تعالیٰ ان العمل
 تارک و ترکہ اخری نوع من المداومۃ
 ایضا فانہ مداومۃ علی مجموع العمل
 والترك فحصل لہ نشاط من هذا
 الجواب ولم یترک العمل راساً
 شمر ببرکۃ هذا النشاط وهذا العمل
 حصل لہ المداومۃ المطلوبة فقوله
 ان العمل تارک و ترکہ اخری نوع
 من المداومۃ اوہم الخطاب انہ

تصوف کے استنباط کا ذکر ہے
 اور (وہ یہ کہ حنفیہ کی تفسیر پر یہ حدیث
 ایک ضروری عملی مسئلہ پر دال ہے
 جس کو صوفیہ محققین اپنے متعلقین کی
 تربیت میں استعمال میں لاتے ہیں
 اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حضرات
 بعض اوقات اپنے متعلقین کے خطاب
 میں ایسی عبارت کے ساتھ تکلم کرتے
 ہیں کہ وہ موضوع تو ایک حقیقت کیلئے
 ہے لیکن موہم و دوسری حقیقت کیلئے
 ہے جو اس عبارت کا مدلول نہیں اور
 اس عبارت کے تکلم کے وقت مقتضی
 اولیٰ کا مخاطب ہی کی مصلحت کیلئے
 اوس کے ذہن کو اوس دوسری حقیقت
 (غیر مدلولہ) کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے
 اور اس کی ایک شرط یہ ہی ہے کہ وہ
 مصلحت ایسی ہو کہ اگر اوس کو اوس کے
 ظاہری طریق سے ہی حاصل کرنے کا
 ارادہ کیا جاوے تو تکلم کے لئے جائز
 ہو لیکن یہ ظاہری طریق اوس مخاطب
 پر دشوار تھا اور یہ طریق موہم اوس پر سہل
 تھا اور اس مسئلہ کی مثالوں میں سے
 ایک مثال میرے استاد حضرت

مداوۃ مطلوبۃ ولحدیکن مراداً
لہ شرح لان المداوۃ المطلقۃ
ہے البتہ لا یكون معہ تارك الا نالذ
فلو اجاب بان العمل تارک و ترکہ
اخرے وان لم یکن مداوۃ
لکن لا ینبغی ترکہ بالکلیۃ وهو یکن
سبباً للمداوۃ المطلوبۃ انشاء اللہ
تعالیٰ لصعب علیہ العمل بهذا الجواز
فلهذه المصلیۃ اختار شرح هذا الطریق
وبہ سہل علیہ العمل ثم وفق
للمداوۃ علیہ وجہ دلالة الحدیث
علیہ ظاہر علی مسالك الحنفیۃ فان
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کمثل
الکلب یعود فی قبیئہ او ہم المخاطب
بجر منہ و مرادہ صلی اللہ علیہ وسلم
الاستقباح فقط فلو صرح صلی اللہ
علیہ وسلم بعدم تحریمہ لکان ترکہ
العود اصعب و بعدہ التصریح بہ
سہل اما فحقق الشرط المذکور فی
قولی ومن ستر طہا کون هذه المصلیۃ
مجیبث لو اسرید تحصیلہا بطریقہا الظاہ
لساغ لہ ذلک الخ فی بیانہ انہ صلی اللہ
علیہ وسلم لو نہی عن العود فی الہبۃ

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
کا ایک جواب ہے جو بعض ذاکرین کو دیا تھا
جس نے اوس سے ذکر پر مداومت نہ سکے
کی شکایت کی تھی اور اوصوں نے اوس
ذاکر میں ذکر پر مداومت کرنے سے
عجز کے آثار محسوس فرمائے اور یہ بھی
محسوس کیا کہ یہ عمل غیر دائم پر راضی نہ ہو گا
اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس کو دوام
میسر نہ ہوا تو عمل کو بالکلیہ ترک کر دینا
پس اونہوں نے اوس کو یہ جواب
دیا کہ کبھی عمل کرنا اور کبھی اوس کا ترک
کر دینا یہ بھی ایک نوع کی مداومت ہے
کیونکہ یہ مجموعہ عمل و ترک پر مداومت
ہے تو اس جواب سے اوس شخص کو ایک
طرح کا نشاط پیدا ہو گیا اور اوس نے
بالکلیہ عمل کو ترک نہیں کیا پھر اوس نشاط
اور اس عمل (غیر دائمی) کی برکت سے
اوس کو مداومت مطلوبہ حاصل ہو گئی
پس مولانا کے اس ارشاد سے کہ کبھی
عمل کرنا اور کبھی ترک کر دینا یہ بھی ایک
قسم کی مداومت ہے مخاطب کے خیال
میں یہ بات آگئی کہ یہ مداومت بھی مداومت
مطلوبہ ہے اور مولانا کی یہ مراد نہ تھی

بدون هذا التمثيل مع كونه مباحا
 في نفسه لساغله كما يدل عليه قوله
 تعالى وما كان لمؤمن ولا مؤمنة
 اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون
 لهم الخيرة من امرهم حيث ان
 اسأء من ينسب عن كذا من زيد كان
 مباحا في نفسه لكنه صلى الله عليه
 وسلم لما امر بالنكاح ونهى عن الباء
 وجب عليه اطاعته في هذا المباح
 وكان هذا في حكم جزئي أما وجوب
 مثل هذا المباح في حكم كلي فيؤخذ
 على قول بعض العلماء من قوله صلى
 عليه وسلم من سال عن الحرام في كل
 عام لو قلت نعم لوجب قال النووي
 فيه دليل للذهب الصحيح انه صلى الله
 عليه وسلم كان له ان يجتهد في الاحكام
 ولا يشترط في حكمه ان يكون بوجاه
 فثبت انه جاز له صلى الله عليه وسلم
 ايجاب مباح او تحريم مباح لامتة
 بزيه ثم بقاء حكم هذا الاجتهاد ونسخه
 فامر آخر وقال الشوكاني في باب
 وجوب الحج تحت قوله عليه السلام
 لو قلت نعم لوجب استدلال به على

۱۱۴

کیونکہ مداومت مطلوبہ تو یہی ہے کہ جس کے
 ساتھ ہنجر شاذ نادر کے ترک کبھی نہ ہو سواگر
 مولانا یہ جواب دیتے کہ کبھی عمل کرنا اور
 کبھی ترک کر دینا اگرچہ مداومت نہیں
 ہے لیکن بالکل ترک مناسب نہیں
 اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ سبب ہو جاوے گا
 مداومت مطلوبہ کا تو اس مخاطب کو اس
 جواب پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا پس اس
 مصلحت کے لئے اس طریق کو اختیار
 کیا اور اس سے اس پر عمل سہل ہو گیا
 پہر اس کو مداومت کی توفیق ہو گئی
 اور اس حدیث کی دلالت اس مسئلہ
 پر حنفیہ کے مسلک پر ظاہر ہے کیونکہ حضور
 اقدس کا یہ ارشاد کہ اس کی مثال
 کتے کی سی ہے جو اپنی قے میں عود کرتا
 ہے مخاطب میں حرمت کے خیال کو
 پیدا کرتا ہے اور حضور کی مراد صرف
 تنفیہ ہو سواگر آپ عدم تحریم کی تصریح فرماتے
 تو ترک عود فی الہیۃ دشوار ہوتا نفس
 میں بار بار یہی داعیہ پیدا ہوتا کہ حرام تو
 ہے ہی نہیں پہر نفع کو کیوں چھوڑیں
 اور جب عدم تحریم کی تصریح نہیں فرمائی
 تو اب ترک عود سہل ہو گیا (کیونکہ نفس)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفض
الی الاحکام و فی ذلک خلاف بلبس
فی الاصول اھ و هذا اقوی دلالۃ
علی ما قلنا فی ابنتہ جائزہ صلی اللہ
علیہ وسلم لتشریع حکم عام فحقق الشرط
باتم وجه واوضحہ ولا یضرب الاختلاف
فی امثاله ولو ضرب لضر الدلیل الخاف
وغایتہ انتفاء الدلیل الخاص لا یستلزم
انتفاء الانتفاء المدلول لا مکان ثبوت
بدلیل اخر کحدیث مسلم الا فی ہذا
وهو الصق بغرضنا لان غرضنا
هو الاستدلال علی طریق الاصل
الخاص لا التشریع العام الذی
کان فی حدیث الہبة و یکفی بهذا
الغرض حدیث مسلم کما ستعلم
وهو ما فی قولی و فی الباب حدیث
آخر اصحہ فی الدلالۃ من حدیث
المتن وهو ما فی صحیح مسلم باب
صحۃ الاقرار بالقتل الی قولہ استقبنا
طلب العفو منہ عن وائل فی قصۃ
تمکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ولی القتل من القصاص انہ لما ولی
قال صلی اللہ علیہ وسلم ان قتله فهو

ما یوسی ہو گئی کہ اب اس کی گنجائش نہیں
رہی اباقی اوس بشرط کا تحقق جس کا ذکر
میرے اس قول میں تھا کہ اسکی ایک شرط
یہ بھی ہے کہ وہ مصلحت ایسی ہو کہ اگر اسکو
اوس کے ظاہری طریق سے بھی حاصل
کرنے کا ارادہ کیا جاوے تو متکلم کے لئے
جائز ہو جائے سو اس بشرط کے تحقق کا بیان
یہ ہے کہ اگر باوجود اس عود کے مباح
فی نفسہ ہونے کے بھی بدون اس تمثیل
کے اس عود سے منع فرما دیتے تو آپ کو
اس کا حق تھا جیسا یہ آیت اس پر دلالت
کرتی ہے کہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن
عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اسکا
رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو پہر بھی
اون کو اوس بات میں اختیار باقی رہے
اگو وہ امر فی نفسہ محل اختیار تھا مگر اب
حتی حکم کے بعد محل اختیار باقی نہیں رہا
چنانچہ حضرت زینب کا زید کے ساتھ
نکاح کرنے سے انکار فی نفسہ مباح تھا
لیکن جب حضور اقدس نے نکاح کا حکم
فرما دیا اور انکار سے منع فرما دیا تو زینب
پہر اس مباح میں آپ کی اطاعت واجب
ہو گئی اور یہ واجب اطاعت ایک امر جزئی

مثله وفي طريق اخرى له عن وائل
قال صلى الله عليه وسلم القاتل المقتول
في النار اهما اسرا صلى الله عليه وسلم
طلب العفو عنه المصلحة يمتثل وجوبها
وهو مما لو اصره به صريحاً لوجب عليه
لكن لم يصره بصريح اللفظ كيلا ياتم
ان لم يمتثل فرض صلى الله عليه وسلم
سلم يقول فصح منه المخاطب ما
يرده صلى الله عليه وسلم فان المعنى
المطلد له صلى الله عليه وسلم مطلق
المسألة فعلاً لا حكماً ودخول بعض
القاتل النار لا خصوص هذا القاتل
الذي يقتل الظالم قصاصاً ويتأيد استلزامه
بالحديث على المسئلة التصوفية
بما قال النووي في شرح الحديث
وان كان ما قال جمللاً وما قلته مفصلاً
ونصه وانما قال النبي صلى الله عليه وسلم
وما قال بهذا اللفظ الذي هو
صادق فيه والا بهما مقصود صحيح
وهو ان الولي بما خاف فعفا والعفو مصلية للولي
والمقتول في دينها وفيه مصلية للقاتل هو التقاؤه
من القتل فلما كان العفو مصلية توصل اليه
بالعريض وقد قال الضمري وغيره

میں تھا باقی ایسے مباح کا کسی حکم کلی میں
واجب ہو جاتا یعنی خود آپ کے ذاتی
حکم کا تشریح عام بتجا ناہم بعض علماء
کے قول پر آپ کے اس ارشاد سے
ماخوذ ہوتا ہے جو آپ نے اوس شخص
سے فرمایا تھا جس نے حج کے باب میں
پوچھا تھا کہ کیا ہر سال میں حج واجب
ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہتا
تو پھر ہر سال کے لئے واجب ہو جاتا
ماخوذ ہونے کی تقریر یہ ہے کہ نووی
نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذہب
صحیح کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو احکام میں اجتہاد فرمانیکا
اختیار تھا اور آپ کے حکم میں یہ شرط
نہیں کہ وہ وحی ہی سے ہوا وہ اس سے
یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے مبارک
سے کسی مباح کے واجب فرما دینے
کا یا کسی مباح کے حرام فرما دینے کا
حق تھا اس لئے اوس سائل کے سوال
کے وقت اگر یہی رائے ہو جاتی کہ ہر سال
کے لئے واجب کر دینا چاہیے تاکہ سب کو
بصیرت حاصل ہو کہ بے ضرورت ہوا

من علماء اصحابنا وغيرهم ليستحب
للمنفق اذا سرائى مصلحة في التعريض
للمستغنى ان يعرض تعريضا يحصل
به المقصود مع انه صادق فيه الى
قوله كمن يسأل عن الغيبة في الصو
هل يفطر بها فيقول جاء في الحديث
الغيبة تفتط الصائم ويتايد ما
قلت من انه لو امره صلى الله عليه
وسلم بالعفو صريحا لوجب عليه
بما حكى مسلم عن اسماعيل بن سالم
سراوى حديث القاتل والمقتول
في النار قال فذكرت ذلك لجيب
ابن ابى ثابت فقال حدثني ابن اشوع
ان النبي صلى الله عليه وسلم افا
سأله ان يعفو عنه فابى اه قلت
لعل مراد ابن اشوع ابداء احتمال
يصح الحكم بدخول الناس بالقتل
فعلم انه لو امره لوجب عليه اقتتال
امرء صلى الله عليه وسلم فثبت جميع
ما قلنا باقوال علماء الظاهر ايضا وبهذا
الاصل يرتفع جميع ما اشكل على قوله
صلى الله عليه وسلم في عبد الله بن
ابى حنن قام صلى الله عليه وسلم

کرنا مضر ہے تو اس رائے پر عمل کرتا
آپ کو جائز تھا، پہر اس حکم اجتہادی
کا باقی رہنا یا منسوخ ہو جانا سو یہ دوسری
بات ہے اور شوکانی نے انیل الاوطار
میں باب وجوب حج میں اسی ارشاد
مذکور کے تحت میں لکھا اگر میں ہاں کہتا
تو ہر سال حج فرض ہو جاتا، یہ کہا ہے
کہ اس (ارشاد) سے اس پر استدلال
کیا گیا ہے یعنی بعض علماء نے استدلال
کیا ہے کہ آپ کو احکام کے مشروع
کردینے کا بھی اختیار مرفوض کیا گیا ہے
اور اس میں اختلاف بھی ہے جو اصول
میں بسط کے ساتھ مذکور ہے اور یہ
قول اوس مضمون پر دلالت کرنے میں
اور زیادہ قوی ہے جو ہم نے کہا ہے
کہ آپ کو حکم عام کی تشریع بھی جائز ہے
پس وہ شرط مذکور بھی بوجہ اتم و واضح
محقق ہو گئی اور اگر علماء کا اس اختیار
تشریع عام میں اختلاف ہے مگر ایسے
امور میں اختلاف مضر نہیں اکیونکہ اثر
اختلاف کا دلیل کاظمی ہو جانا ہے
اور جس مسئلہ تصوفیہ کو ہم مستنبط
کر رہے ہیں عمل کے لئے اوس کا بھی

علیہ فقام عمر فقال تصلى على ابن
ابی وقد قال يوم كذا كذا او كذا فقال
صلى الله عليه وسلم انى خيرت فاختار
وفى رواية قال سألته عن علي بن
والاشكال فيه من وجهين احدهما
ان قوله تعالى استغفر لهم وما ولا تستغفر
للمسوية لا للتغيير وثانيهما ان قوله تعالى
سبعين مرة معمول على المبالغة فلا
مفهوم لهذا العدد وتغيير في الجواب
عنهما العلماء قد يمتا وحديثا واسهل
الوجه في الحديث على ما قاله استاذ
مولانا محمد يعقوب رح بناء على
الاصول المذكور قصد صلى الله عليه
وسلم التمسك ببعض الالفاظ من غير
التفات الى المراد بها كما قصد صلى الله
عليه وسلم في ما سبق من حديث
الهمة وحديث القصاص ان يتمسك
المخاطب ببعض الالفاظ من غير التفات
الى المراد بها وكان الفعل جائزا
في نفسه لعدم ورود النهي الصريح
عن الصلوة والاستغفار وان كان
عبثا في نفسه من الاصل لكنه لما اراد
صلى الله عليه وسلم بعض الحكمة

۱۱۸

ظنی ہونا کافی ہے، پھر اگر اختلاف مضی
بھی ہو تو دلیل خاص کو مضر ہوگا اور ظا
اس ضرر کی یہ ہوگی کہ وہ دلیل خاص
منتقی ہو جائیگی اور دلیل خاص کا انتقار
مدلول کے انتقار کو مستلزم نہیں کیونکہ
ممکن ہے کہ وہ دوسری دلیل سے ثابت
ہو جاوے جیسے یہاں مسلم کی حدیث ہے
جو عنقریب آتی ہو اور وہ ہمارے مقصود سے
زیادہ چسپاں ہے کیونکہ ہمارا مقصود اصل
خاص کے طریق پر استدلال کرنا ہے نہ کہ
تشریح عام پر اور اس کے لئے مسلم کی
حدیث (آئندہ) کافی ہے جیسا عنقریب
تم کو معلوم ہو جائیگا اور وہ حدیث
جو میرے قول آئندہ میں ہے یعنی یہ سب
بیان تھا اس مسئلہ کو حدیث متن سے
ثابت کرنے کا اور اس باب میں ایک
دوسری حدیث بھی ہے جو دلالت میں
حدیث متن سے زیادہ صریح ہے اور وہ
وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت اہل
سے اس قصہ میں مذکور ہے جس میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
ولی مقتول کو قصاص لینے کا اختیار عطا
فرمادیا اور جب وہ وہاں سے چلا تو اپنے

ما نقله في حاشية البخاري عن الكتب
المتلفة بما نصه ولكن خيل بما قال
اظهار الغاية رحمة وسرا فته على من
بعث اليه وروى انه قال صلى الله عليه
وسلم وما يغني عنه قيصه وصلاح من
الله والله اني كنت اسرجوا ان يسلم به
الف من قومه وروى انه اسلم الف
من قومه لما ساروا يبرك بقميص النبي
صلى الله عليه وسلم اه وهذا الرواية
وان لم اسرها منقولة لكنها ليست
بادون من ابداء احتمال قصد
صلى الله عليه وسلم امثال هذه الحكم
التي منها ما قاله استاذي مولانا
محمد يعقوب راح من انه بين صلى
الله عليه وسلم بهذا الفعل ان القابك
لا تغني عن احد شيئا اذ الم يكن مؤمنا
والله اعلم واسر ان القاب تقرير هذه
المسئلة بالتحرير على صالحة التعريض

ارشاد فرمایا کہ اگر یہ اوس کو قتل کر دیا
تو یہ بھی اوس (قاتل اول) کے مثل ہو جائیگا
اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں قاتل
سے آپ کا یہ ارشاد ہے کہ قاتل اور مقتول
دونوں دوزخ میں ہیں اہ آپ کا مقصود
کسی مصلحت سے قصاص معاف کر دینا
درخواست تھی جس کی متعدد وجوہ ہو سکتی
ہیں اور یہ مقصود معافی کا ایسا ہے کہ اگر آپ
اس ولی مقتول کو اور اس کا صریح حکم فرماتے
تو اس پر واجب ہو جاتا لیکن آپ نے
صریح الفاظ سے حکم نہیں دیا تاکہ اگر وہ
انتقال امر نہ کرے تو گنہگار نہ ہو پس آپ نے
تعريض (رواشارہ) کے طور سے ایسی
بات فرمادی کہ اوس سے مخاطب ایسا
مضمون سمجھا جو آپ کی مراد نہ تھی کیونکہ
آپ کی مراد پہلے ارشاد میں (مطلق
ماثلت فی الفعل تھی نہ فی الحكم) یعنی یہ
مطلب تھا کہ دونوں نفس فعل قتل میں

یکساں ہو جائیں گے کہ جیسا اصل مجرم قاتل تھا اسی طرح ولی مقتول بھی قاتل
ہو جائے گا گو حکم دونوں قتل کا جدا جدا ہے کہ مجرم کا فعل حرام تھا اور ولی مقتول
کا فعل جائز ہے اور اسی طرح (دوسرے ارشاد میں) آپ کی مراد بعض قاتل کا نا
میں داخل ہونا ہے (یعنی جو ظلم قتل کرے) نہ خاص اس قاتل کا جو ظالم کو قصاص
میں قتل کر رہا ہے اور اس حدیث سے جو میں نے اس مسئلہ تصوفیہ پر استدلال

کیا ہے اور سکی تائید نووی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حدیث کی شرح میں کہا ہے اگرچہ اون کا قول مجمل ہے اور میرا قول مفصل ہے (اور اس تائید کے نقل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ اکثر طبائع کو علماء ظاہر کے اقوال سے زیادہ قناعت ہوتی ہے اور صوفیہ کو مخترع سمجھتے ہیں اسی واسطے اس حدیث کے جزو عفو کے متعلق اور حدیث آئندہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے متعلق بھی علماء ظاہر کے اقوال نقل کروں گا) اور نووی کے قول کی عبارت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ایسے الفاظ سے فرمایا جس میں آپ صامدق ہیں اور اس میں جو ایہام ہے وہ ایک مقصود صحیح کے لئے ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ ولی قاتل (اس کہنے سے) ڈر جاوے گا اور معاف کر دے گا اور یہ معاف کر دینا ولی مقتول کی بھی اور اصل مقتول کی بھی دینی مصلحت ہے (ولی کی مصلحت تو ثواب ہے عفو کا اور اصل مقتول کی مصلحت اس کے اجر کا بڑھ جانا کیونکہ جس مظلوم کا انتقام نہ لیا جاوے اس کا اجر بڑھ جاتا ہے) اور اس میں مجرم کی بھی مصلحت ہے کہ قتل سے اس کی رہائی ہے پس جبکہ عفو (سراسر) مصلحت تھی آپ نے تعریض سے اس تک رسائی حاصل کی اور ضرری وغیرہ نے جو ہماری جماعت کے اور دوسری جماعت کے بھی علماء ہیں یہ کہا ہے کہ مفتی جب تعریض میں مستفتی کی مصلحت دیکھے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ایسی تعریض کر دے جس سے مقصود حاصل ہو جاوے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ اس (تعریضی قول) میں سچا ہوا گے مثال دی ہے کہ جیسے کوئی شخص روزہ میں غیبت کرنے کے متعلق پوچھے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مفتی یہ کہہ دے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غیبت روزہ ٹوٹ جاتا ہے (پس نووی کی اس نقل سے میرے استدلال کی تائید ہو گئی) اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر آپ عفو کا صریح امر فرماتے تو ولی مقتول پر معاف کر دینا واجب ہو جاتا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو امام مسلم نے اسماعیل بن سالم سے جو اس حدیث کے راوی ہیں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا کہ ولی مقتول کی نسبت فی النار کیسے فرمایا

اونہوں نے جواب دیا کہ مجھے ابن اشوع نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے عفو کی درخواست کی تھی اوس نے انکار کر دیا (اس لئے آپ نے ایسا فرمایا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تارک واجب ہوا جو مستحق وعید ہوتا ہے، میں کہتا ہوں شاید مراد ابن اشوع کی ایک ایسے احتمال کا پیدا کرنا ہے جس سے قتل کرنے پر دخول ناکار کا حکم صحیح ہو جاوے (کیونکہ ابن اشوع نے کوئی سند بیان نہیں کی سو اس جواب سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اگر آپ اوس کو (عفو کا) حکم فرما دیتے تو اس پر آپ کے حکم کا امتثال واجب ہو جاتا پس ہمارے سب دعوے علمائے ظاہر کے اقوال سے بھی ثابت ہو گئے اور اس قاعدہ مذکورہ کو وہ سب اشکالات بھی مرتفع ہو جاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر واقع ہوتے ہیں جو آپ نے عبد اللہ بن ابی منافق کے باب میں فرمایا ہے جس وقت آپ اوس کے جنازے کی نماز پڑھنے کہڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کہڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ آپ عبد اللہ بن ابی پر نماز پڑھتی ہیں حالانکہ اُس نے فلاں فلاں یوں کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (مجھ کو) بھی نہیں مائی بلکہ مجھ کو (استغفر لہم) اولاً (استغفر لہم) اختیار دیا ہے سو میں نے (استغفر لہم) اختیار کر لیا اور ایک روایت میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے ستر پر عدم مغفرت کی خبر دی ہے) میں ستر سے بڑھا دوں گا اور اشکال اس میں دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ارشاد (استغفر لہم) اولاً (استغفر لہم) تسویہ کے لئے ہے تخیر کے لئے نہیں اور دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سبعین مرتبہ مبالغہ پر محمول ہے (نہ کہ تحدید پر) پس اس عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں اور ان دونوں اشکالوں کے جواب میں علماء قدیما و حدیثا مستحیر رہے ہیں اور سب سے سہل وجہ حدیث میں جیسا کہ قاعدہ مذکورہ کی بنا پر مولانا محمد یعقوب صاحب ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محض الفاظ سے بدولن التفات معافی کے تمسک فرمانے کا قصد فرمایا جیسا آپ نے ہبہ اور قصاص کی گذشتہ حدیثوں میں اس کا قصد فرمایا کہ مخاطب محض الفاظ سے تمسک کرے اور اس طرف التفات نہ کرے کہ ان الفاظ سے مراد کیا ہے اور فعل (یعنی اُس پر نماز جنازہ کی پڑھنا) فی نفسہ جائز تھا

کیونکہ نماز واستغفار سے نفی صریح وارد نہ ہوئی تھی اگرچہ یہ نماز واستغفار فی حد ذاتہ اصل سے فعل غیر مفید تھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ حکمتوں کی یہی رعایت فرمائی تھی اس لئے وہ فعل عبث بھی نہ رہا اور شاید حکمت وہ ہو جس کو حاشیہ بخاری میں مختلف کتابوں سے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ (جواب میں فرمایا) اس سے امت پر غایت رحمت و شفقت کے اظہار کو خیال میں ڈال دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قیص اور میری نماز اس کو کیا نفع ہو سکتی ہے واللہ میں امید کرتا ہوں کہ اسکی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں اور یہ بھی روایت ہے کہ کسی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے جب دیکھا کہ اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قیص مبارک کا تبرک عطا ہوا اور ان روایتوں کو میں نے کہیں منقول نہیں دیکھا لیکن یہ روایتیں اس احتمال سے تو گری ہوئی نہیں کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حکمتوں کا قصد فرمایا ہو جن میں ایک حکمت وہ بھی ہے جو میرے اختلاف مؤلفا محمد بن عقیق صاحب نے بیان فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل سے اسکو ظاہر فرمادیا کہ اگر کسی میں ایمان نہ ہو تو اسکو تبرکات باطل کام نہیں دیتے (اس شخص کے برابر کسی کو تبرکات نصیب ہو سکتے ہیں مگر منافق ہونے کی وجہ پہنار کے درک اسفل کا مستحق رہا اور پہلی حکمتیں غیر مسلمین کے اعتبار سے تھیں کہ ان کا تالیف قلب کرنا مقصود تھا اور یہ اخیر کی حکمت مسلمین کے اعتبار سے ہے کہ ان کو مسئلہ کی تعلیم کرنا مقصود ہے) واللہ اعلم۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر کو التحریض علی صلح التعریض سے ملقب کروں یوم الخمیس ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ۔

۱۲۲

حدیث (آپ نے صحابہؓ سے کسی ایسے موقع پر کہ وہ کہیں پہنچنے والے تھے ارشاد فرمایا کہ) تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو سو اپنا سامان درست کر لو اور اپنا لباس درست کر لو یہاں تک

الحديث انکم فادعوا علی
اخوانکم فاصلحوا اسحالکم واصلحوا البائت
حتى تکلونوا کا انکم شامة فی الناس فا
الله لا یحب الفحش ولا التفحش (حم)
دکھب) عن سهل بن الحنظلیہ (حم)

ف دل علی ندب تحسین الہیئة و
المحافظة علی النظافة ما امکن ولا یجوز
احدہما کو نہ مقصود فی نفسہ لکن
محبوباً للہ تعالیٰ کا ورد ان اللہ نظیف
یحب النظافة وان اللہ جمیل یحب
الجمال وثانیہما اگر ام من یقدم علیہ
وفی الحدیث اشارۃ الی الامرین الی
الاول فی قولہ فان اللہ لا یحب الفحش
والی الثانی فی قولہ انکم فادمون علی
اخوانکم ویجوز فی الثانی شیء من نیأ
علی الاول اما اذا کان لوجه فاسد
من التیہ والبطرف من موم لنصوص
کثیرۃ ومن ثم قال الحنفی فی الحدیث
ان کانت نفسہ مطہرۃ فان کان من
یحجب بذلک ویتکبر ترکہ وداوی نفسہ
بالتقشف حتی یودعہا ہو وقولہ علی السلام
حتی یکونوا کالنکم شامة فی الناس لا یروا
بہ ثوب الشہرۃ الذی و رد فیہ الوجہ
بل یواد بہ ثوب نظیف یمتاز بہ عن
المتدنسین من الناس وہم المراد
بالناس والقرینۃ علیہ انہ علل بہ
الامر بطلق الاصلاح فتعین الامر
من لم یصلہ لباسہم فا عرف ذلک

کہ عام لوگوں میں تم ایسے ہو جاؤ جیسے بدن
میں کوئی (ممتاز) نشان ہوتا ہے (جیسے
تل) کیونکہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے کو
پسند نہیں فرماتا اور نہ بے شرم ہونے کو
(اور سامان و لباس کو درست نہ کرنا مثلاً)
بیچائی کے ہے کہ ذلت سے شرماتا نہیں
کذا ذکر العزیزی بقولہ ای وعدم اصلاح
ما ذکر شہبہ الفحش اہ اور ذلیل ہونا بلا وجہ
یہ بھی مذموم ہے حدیث میں ہے لا ینبغی
للمومن ان یذل نفسه ف حدیث اہم
وال ہے کہ جس قدر (سہولت سے) ممکن ہو
اپنی ہیئت کو درست رکھے اور نظافت
کا خیال رکھے اور اس میں دو پہلو ہیں ایک
یہ کہ یہ خود مقصود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو
محبوب ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نظافت والے ہیں نظافت کو محبوب رکھتے
ہیں اور جمال والے ہیں جمال کو محبوب کہتے
ہیں اور دوسرا پہلو اس شخص کا اگر ام ہے
جس کے پاس یہ جارہا ہے (کہ میلہ کچلا
کسی کے پاس جلنے کے گویا یہ معنی ہیں کہ
ہمارے قلب میں اس کی کوئی وقعت
نہیں جس کی وجہ سے کوئی اہتمام کیا جاتا
اور حدیث میں دونوں امر کی طرف اشارہ

النظافة من جملة
الامر بالمعروف والنہی عنکر

امراول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو اور غرض ثانی میں بہ نسبت غرض اول کے کسی قدر زیادتی بھی جائز ہے یعنی ہر وقت کی نظافت و تھل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تھل میں کسی قدر زیادتی بھی جائز ہے لیکن اگر یہ زینت و تھل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حنفی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت و جمال سے اس کو عجب و تکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زینت و تھل کو ترک کر دے اور غیر مزین و غیر جمیل لباس پہن کر اس کا علاج کرے یہاں تک کہ اس کو جذب کرے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاوے اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

۱۳۳

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر پسید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا ف اس میں بعض کونیات مبراہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتا تو مہر ہوتے ہیں (کیونکہ ذاتا تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

الحديث انما الاصل من حمة
من الله تعالى لا مئة لولا الاصل ما
ارضعت امولدا ولا غرس فارس
شجرة (خط) عن النس (ض) ف فيه
حكمة بعض الكونيات المباحة المرجوة
ذاتا المراجعة اثر وفيه تسلية للسالك
اذا غتم بنقصه في بعض الاعمال
او الاحوال ببيان حكمته التي يتوقف

حكمة بعض النقص في الاحوال

علیہا اکثر من الاحکام الشرعیۃ فان
الامر ضاع ووجب عینا وکذا الزعم الکلی
اشیر الیہ فی الغرض ووجب علی الکفایۃ
وما ویرد فی ذمال اصل فالمراد بطول
کما قال المناوی مدح اصلہ لا ینافی
ذمالہ ستر سال فیہ اھ امی الاستغراق
فی الامل وترك الآخرة بالمرآة۔

(یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے
استحضار موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے؟
چنانچہ اگر موت بے وقت یا در ہے تو عام
لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہو جاتے ہیں
اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ
کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات
معاش و استحضار موت دونوں کو جمع

کر لیں اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص
ہونے سے مغموم ہوتا ہے مثلاً اس سے غمزدہ ہو کہ موت کی یاد میں کمی پائی اوس وقت
اوسکی تسلی اس طور سے رکھی جاتی ہے کہ اوس نقص کی حکمت بیان کر دی جاتی ہے جس پر
بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے جب تک
اوس کا بدل نہ ہوا اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں
اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور اہل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس
طویل اہل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل اہل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی
مذمت آئی ہے یعنی اوس میں منہمک ہو جانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

الحديث انما الاعمال كالوعاء اذا
طاب سفله طاب علاؤه واذا فسد اسفله
فسد علاؤه (عن معاوية رضي الله عنه)
مراد علی الصوفی الجاہل فی قوله ان کیف
صلاح الباطن وان فساد الظاهر فنبه
الحديث علی ان صلاح الباطن لا ینفک
عنه صلاح الظاهر وکیف یعقل ان المرء
یحب احد امن قلبه تشد یثمة بلساً

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن میں
رکھی ہوئی چیز کے ہے جب اوسکے نیچے کا
حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا
اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا
حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال
کے سبب ضرور اثر پہنچتا ہے مثلاً گھی
میں سیس ہوگونیچے بیٹھ جاوے مگر ادنی حرکت
سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسی طرح اگر

امراول کی طرف تو اس ارشاد میں کہ اللہ تعالیٰ بے شرم ہونے یا بے شرم بننے کو پسند نہیں فرماتے اور امر ثانی کی طرف اس ارشاد میں کہ تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو اور غرض ثانی میں یہ نسبت غرض اول کے کسب قدر زیادتی بھی جائز ہے یعنی ہر وقت کی نظافت و تھل سے کسی کے آنے یا کسی کے پاس جانے کے وقت نظافت یا تھل میں کسب قدر زیادتی بھی جائز ہے لیکن اگر یہ زینت و تھل کسی غرض فاسد سے ہو جیسے ناز و فخر وہ مذموم ہے بہت سی نصوص اس کی دلیل ہیں اور اسی سبب سے حنفی نے اس حدیث میں یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور اگر یہ شخص ایسا ہے کہ اس زینت و جمال سے اس کو عجب و تکبر پیدا ہو جاوے گا تو پھر زینت و تھل کو ترک کر دے اور غیر مزین و غیر جمیل لباس پہن کر اس کا علاج کرے یہاں تک کہ اس کو مہذب کرے اور یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ یہاں تک کہ لوگوں میں ممتاز نشان کی طرح ہو جاوے اس سے مراد لباس شہرت نہیں ہے جس میں وعید آئی ہے بلکہ مراد ایسا صاف لباس ہے جس سے یہ شخص میلے کچیلے لوگوں سے ممتاز ہو جاوے اور لوگوں سے ایسے ہی لوگ مراد ہیں اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ آپ نے اس کو مطلق اصلاح کی علت میں فرمایا ہے پس یہ بات متعین ہو گئی کہ مراد ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لباس کی ضروری اصلاح بھی نہیں کی اس کو خوب سمجھ لو۔

حدیث (زندگی کی) امید خدا تعالیٰ کی رحمت ہے میری امت کے لئے اگر پسید نہ ہوتی تو کوئی ماں بچہ کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی درخت لگانے والا درخت لگاتا ف اس میں بعض کونیات مباحہ کی حکمت کا بیان ہے جو ذاتا تو مہربان ہیں (کیونکہ ذاتا تو موت کی یاد مطلوب ہے) اور اثر کے اعتبار سے راجح ہیں

الحديث انما الامل رحمة
من الله تعالى لامته لولا الامل ما
ارضعت اموال ولا غرس فارس
ثقفوا (خط) عن انس (ض) فيه
حكمة بعض الكونيات المباحة المحروجة
ذاتاً لراحمة اثر وفيه تسلية للسالك
اذا غتم بنقصه في بعض الاعمال
اول احوال ببيان حکمتہ لئلا يتوقف

حکمت بعض النقص في الاحوال

عليها كثير من الاحكام الشرعية فان
الامر ضاع واجب عيناً وكذلك الامر في
اشير اليه في الغرس واجب على الكفاية
وما ورد في ذمال اصل فالمراد بطل
كما قال المناوي مدح اصله لا ينافي
ذمال ستر سال فيه اه اي الاستغراق
في الاصل وترك الآخرة بالمرّة۔

یعنی بعض اوقات عام طبائع کے اعتبار سے
استحسان موت پر اس کو ترجیح ہو جاتی ہے
چنانچہ اگر موت بروقت یا درہے تو عام
لوگ بہت سی ضروریات سے معطل ہو جاتے
اور عام طبائع کی قید اس لئے لگائی گئی کہ
کاملین منتہیں اس پر قادر ہیں کہ ضروریات
معاش و استعمار موت دونوں کو ترجیح

کریں اور اس میں سالک کی تسلی ہے جب وہ اپنے بعض اعمال یا احوال میں نقص
ہونے سے غموم ہوتا ہے مثلاً اس سے غمزہ ہو کہ موت کی یادیں کی پائی اوس وقت
اوسکی تسلی اس طور سے کی جاتی ہے کہ اوس نقص کی عکس بیان کر دی جاتی ہے جسپر
بہت سے احکام شرعیہ موقوف ہیں مثلاً دودھ پلانا علی العین واجب ہے جب تک
اوس کا بدل نہ ہو اور اسی طرح کھیتی کرنا جس کی طرف درخت لگانے کے مضمون میں
اشارہ ہے واجب علی الکفایہ ہے اور اہل کی مذمت میں جو حدیثیں آئی ہیں مراد اوس
طول اہل ہے جیسا مناوی نے کہا ہے کہ اصل اہل کی مدح اسکے منافی نہیں کہ اوسکی تطویل کی
مذمت آئی ہے یعنی اوس میں منہمک ہو جانا اور آخرت کو بالکل چھوڑ دینا۔

الحديث انما الاعمال كالوماء اذا
طاب سفلها طاب علها واذا فسد اسفلها
فسد علها (عن معاوية رضي الله عنه)
مراد على الصوفى الجاهل في قوله ان كيف
صلاح الباطن وان فسد الظاهر فنيه
الحديث على ان صلاح الباطن لا يفيك
صلاح الظاهر وكيف يعقل ان المرء
يجب احدا من صميم قلبه تشيئة بلسا

حدیث اعمال کی مثال مثل برتن میں
رکھی ہوئی چیز کے ہے جب اوسکے نیچے کا
حصہ اچھا ہوگا تو اوپر کا حصہ بھی اچھا ہوگا
اور جب نیچے کا حصہ خراب ہوگا تو اوپر کا
حصہ بھی خراب ہوگا (کیونکہ تعلق اتصال
کے سبب ضرور اثر پہنچتا ہے مثلاً گھی
میں میں ہوگو نیچے بیٹھ جاوے مگر ادنی حرکت
سے اوپر بھی اوسکا ظہور ہوگا اسی طرح اگر

او یضربہ بیدۃ فالتی یتراء الصلوۃ عما اوینفی
او یشرک بالخیر ویستخف بالشعر یمتنع ان یمکن
فی قلبہ حب للہ وعظمتہ فی ذلک قال لرو
اگر تارے پجری خندان نخر تادہ غندہ شمع اندہ او غیر
نامبارک خندہ آل لہ بود کہ خندہ او سوار دل نمود
یرید رحمہ للہ ان الاعمال الظاہرۃ الصالحۃ
او السیئۃ ہی اما ملت لصلاح الباطن
او فسادہ ومن فروع المسئلۃ انک اذا رأیت
شیئاً ظاہراً یخالف لشرع فایاک وایاکہ

باطن اچھا ہے تو اسکا اثر اعمال میں بھی ظاہر
ہوگا اسی طرح اگر پجری ایسا فاسق میں رویت
جاہل صوفی پر جو یوں کہتا ہے کہ باطن کا درست
ہونا کافی ہے گو ظاہر خراب ہو تو حدیث سے
یہ بات بتلا دی کہ باطن کی درستی سے ظاہر کا
درستی مفارق نہیں ہو سکتی اور یہ
بات کیسے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ایک
شخص کسی سے دل سے تو محبت کرتا ہے
پھر زبان سے اس کو گالیاں دیتا ہے
اور ہاتھ سے اس کو مارتا ہے سو شخص نماز عدا ترک کرتا ہو یا نہ کرتا ہو یا شراب
پیتا ہو یا شریعت کی بیقدری کرتا ہو یہ بات (عادی) محال ہے کہ اس کے دل میں
اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت ہو اسی بارہ میں حضرت مولانا رومی رحمہ فرماتے
ہیں کہ اگر انار خرید و کھلا ہوا خرید و جس کا کھلنا اس کے دانوں کی حالت بتلاتا ہو
اور مخوس کھلنا لالہ کا کھلنا ہے جس کے کھلنے سے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی
مولانا کا مطلب یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ اچھے ہوں یا برے وہ علامات ہیں باطن
کے اچھے یا برے ہونے کی اور اس مسئلہ کے فروع میں سے یہ ہے کہ اگر کسی
شیخ کو دیکھو کہ اسکا ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اپنے کو اس سے بچا نا (اور)
سمجھ لینا کہ اس کا باطن اگر درست ہوتا تو ظاہر بھی درست ہوتا

الحديث انی لا دخل فی الصلوۃ
وانا ارید ان اطیماها فاسمع بکاء الصبی
فاتیحوا فی صلاتی مما اعلم من شدۃ
وجد امہ ببکاء (حمقہ) عن الشیخ
ف فیہ تصریح بان الاستغراق لیس

حدیث میں نماز میں داخل ہونا ہوا
اور یہ ارادہ ہوتا ہے کہ نماز طویل پڑھو
پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں
تو اپنی نماز میں اختصار کرو دیتا ہوں
کیونکہ جانتا ہوں کہ اسکی ماں اس کے رونے

من لوازم کمال الصلوٰۃ فان صلاتہ
صلی اللہ علیہ وسلم لو شک فی کمالہا
ومع ذلک کان یسمع البکاء وهو غیر
مسموع فی الاستغراق۔

آواز سموع نہیں ہوتی۔

الحديث اولیاء اللہ تعالیٰ لذت
اذا سوا ذکر اللہ تعالیٰ احکیم عن
ابن عباس (رض) ف فی الحديث
احدی علامات الاولیاء وهذا مشاہد
فی الاولیاء ولهم علامات اخری
بستلج بنو علی بن ولایتهم وصلاحہم
للاقتباس منهم۔

ہیں استدلال کیا جاتا ہے۔

الحديث ایاکم والقاو فی الدین فائ
ملاک من کان قبلکم بالغلو فی الدین رحم
لک عن ابن عباس (رض) ف فیہ ما لیل
المحقق من عایۃ الاعتدال فی کل شیء من العباد
والعادات وهو ما یرجى الذام علیہ المطلوب فی
الدین اما الخلو فیما یورث الملل والکلال وهو
بفضہ احیاناً الی ترک الاعمال فالغلو تکثیر للعل
حالا وتقلیلہ مآل وهو معنی خیر الامور وسأ
ورم عین هذا اللفظ فی کنز الحقائق عن

سے پریشان ہوگی ف اس میں اس کی
تصریح ہے کہ استغراق کمال نماز کے
لوازم میں سے نہیں کیونکہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے کامل ہونے
میں کوئی شک نہیں اور باوجود اس کے آپ آواز سنتے تھے حالانکہ استغراق میں ایسی

حدیث اولیاء اللہ وہ ہیں کہ اون کے
دیکھنے سو خدا یاد آ جاوے ف اس حدیث
میں ایک علامت اولیاء کی مذکور ہے اور
اولیاء میں اوسکا مشاہدہ ہوتا ہے کہ اوکی صحبت
میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے
اور اوکی اور علامات بھی ہیں سب کے مجموعہ
سے اوکی ولایت پر اور اس پر کہ یہ استفادہ کمال

حدیث میں میں غلو کر نیے کچھ پہلے لوگ دین میں
غلو کرنے ہی سے ہلاک ہوئے ف اس میں
وہی مسلک ہے جس پر محققین ہیں کہ تمام
عبادات عادات میں اعتدال کی رعایت کہتے
ہیں اور اسی پر وہ کام کی بھی امید ہو سکتی ہے جو دین
میں مطلوب ہے باقی غلو سو ملال اور کلال پیدا ہوتا
ہو اور اس کے بھی ترک عمل کی نوبت آ جاتی ہے
سو غلو فی الحال تو عمل کی تکثیر ہے اور فی المآل
عمل کی تقلیل ہو اور یہی معنی ہیں خیر الامور اسکا

نصیحات علامت الاولیاء

۱۲۷

حضر الغلو فی الدین

تہذیب العمل من علم

العلم بالاولیٰ بالاعمال ۱۲۸

اور کنوز الحقائق میں بعینہ حدیث اسی لفظ سے وارد ہوئی ہے۔

الحقائق انہما الامتانی لا اخاف علیکم فیما لا تعلمون
ولکن انظروا کیف تعملون فیما تعلمون وحل امر بھم
(من) ف فیہ ما علیہ لفقہ من لا متناء بالعلل اشدا
منہم بالعلم و

حدیث ایسا ہے میں نے متعلق اذن چیزوں سے
زیادہ اندیشہ نہیں کرتا جس کا تمکو علم نہیں کیونکہ
علم کی کمی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہو وہ بیباکی کی دلیل
نہیں اسلئے ہر کم خفیف ہی البکن پیدا ہو کہ جن چیزوں
تمکو علم ہو انہیں کیسا عمل کرتے ہو ف اس میں وہی طریق ہو جس سے فیہ یہی عکس ہا اہتمام سلم سے اہتمام سے

زیادہ کرتے ہیں۔

الحديث الايمان بالقدر، بدهب المہم
الحزن (ك) فی تأرخ والفضاعی عن ابی ہریرۃ
ف فیہ علاج الامراض لنفسائہ بالندبیرات
الشرعیۃ وهو كالعادة الشائعة فی القوم و
یقاں سائر الاعمال الشرعیۃ علی الايمان بالقدر
وسائر القوائل علی لهم والحزن وتجد الله تعالى
انتمت لہنا الاحادیث المقصودۃ من الجامع
الصغیر وکنوز الحقائق المذکورۃ فی خوف
الالف لسبع عشرة من ربيع الاول سنہ

حدیث تقدیر پر ایمان رکھنا سبب فکا و غم کو دور
کرتا ہے ف اس میں تدابیرات شرعیہ (جن میں
ایمان بالقدر ہی داخل ہے) امراض نفسانیہ کا اثر
ہم و حزن ہی اصل ہے علاج ہے اور یہ صوفیہ میں
مبجملہ عادات مثلاً کعبہ کے حج اگر کہ بہ متعلقین کو خاص
خاص رذائل کے معالجہ کے لئے خاص
خاص مناسب اعمال بتلائے ہیں اور ایمان بالقدر
پر اور اعمال کو اور ہم و حزن پر دوسری نفسانی
خرابیوں کو قیاس کیا جاوے گا الحمد للہ تعالیٰ آخر
عشرہ وسطی ربيع الاول سنہ کو جامع صغیر وکنوز الحقائق کی احادیث مقصودہ حرف الف کی ختم ہوئیں۔

اطلاع ضروری متعلق تبدیل طرز رسالہ جوتاریخ مذکورہ بالا سو یکساں بعد تجویز کی گئی

چونکہ اس کے بعد بعض مقتنیات کے سبب جن کا بیان اس کے بعد کے حصہ کے خطبہ میں
آوے گا بقیہ رسالہ کو صرف اردو میں لکھنے کا ارادہ ہے اسلئے طرز بدلنے کے سبب یہاں تک
یعنی ختم حرف الف تک حصہ سوم اور ما بعد سے یعنی حرف با سے حصہ چہارم قرار دیا جاتا
وبالله الاعتصام فی کل بداء و ختام ۲ تمت

